مشاہیرِ عالم کی سوانح حیات

نمبر (۲)

روزویلٹ

صدرِ ممالک متحدہ امریکہ

جس نے ہمیشہ قیامِ امن کے لئے کوشش کی
لیکن اس کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی

مُترجمہ

تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

مترجم - آزادی - سٹالن - چیمبرلین - ڈی ولیرا وغیرہ وغیرہ

پبلیشرز

نراین دت سہگل اینڈ سنز تاجرانِ کتب - لوہاری گیٹ لاہور

قیمت ۱۲ ار ۱۹۴۰ بار اول

ملاپ الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام بلراج سہگل پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا۔

پیش لفظ

اُس زمانہ سے لے کر جارج واشنگٹن کی صدارت میں امریکہ کی پہلی
جمہوریت قائم ہوئی۔ بے شمار مختلف السیرت اصحاب اُس کی شاندار
مسندِ صدارت پر جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ اس میں کچھ نام لنکن گارفیلڈ
وغیرہ کے کچھ ایسے ہیں جو اپنے عزم و ثبات اور دیانت۔ امانت و راست
بازی کے لئے رہتی دُنیا تک اوراقِ تاریخ میں روشن و درخشندہ رہیں گے۔

لیکن ان تمام نامدار رہبرانِ سیاست کی لمبی فہرست میں جنہوں نے
اپنی دلداری و غمخواری سے نہ صرف سرزمینِ امریکہ بلکہ سارے عالم کی
نوعِ انسانی کا سرِ افتخار بلند کرنے میں مدد دی۔ دو نام ہمیشہ یادگار رہینگے۔
ایک پردھان ولسن اور دوسرا صدر امریکہ روزویلٹ کا۔ جس طرح ووڈرو
ولسن نے ۱۹۱۴ء کے محاربہ عظیم کے سلسلہ میں قوموں کی لیگ کی بنا
ڈال کر عالمگیر امن قائم کرنے کی زوردار کوشش کی تھی۔ (گو یہ قوموں کی
بدنصیبی ہے کہ وہ کوشش منزل کامیابی حاصل نہ کر سکی) اسی طرح امریکہ
کے موجودہ صدر روزویلٹ کی کوشش اول سے آخر تک اقوامِ عالم
میں رشتہ اتحاد و اخوت قائم کرنے کی رہی ہے۔ جب امریکہ کی عنانِ
صدارت اُس کے ہاتھ میں آئی۔ تو ملک بگڑے ہوئے حالاتِ زمانہ کی وجہ
سے صدہا تفکرات و ترددات کی اُلجھن میں پھنسا ہوا تھا۔ روزویلٹ نے
جس ثابت قدمی اور وفاداری سے کوشش کر کے ملک کو زشت و زیبا
حالات کے باوجود پھر ایک مرتبہ راحت و آسودگی کی منزل پر پہنچایا۔

اور ایسا کرتے ہوئے جہالت کج رائی کی ان آوازوں کی قطعاً پروا نہ کی جو مخالفوں کی طرف سے اٹھائی جا رہی تھیں۔ اس کا حال ناظرین اوراقِ آئندہ سے بخوبی معلوم کر سکیں گے۔ لیکن جو بات اس کے نام کو دنیا کے ہر حصہ میں مشہور کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ وہ اس کی داخلی و اصلاحی کوششوں سے بہت زیادہ دنیا کے ہر حصہ میں امن اور آشتی قائم کرنے کی سعیٔ عظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج تک حالاتِ مخالف نے اس کی کوششوں کو رفعتِ کامیابی تک پہنچنے کی اجازت نہیں دی۔ تو بھی کوئی شخص اس کے صدق و سوز پر حرف گیری نہیں کر سکتا۔ مانا کہ آج سرزمینِ یورپ میں تعدی و تطاول کا بازار گرم ہے۔ اور لوگ عفو و کرم کی خوبیاں فراموش کر چکے ہیں۔ تاہم روزویلٹ کے سوانحِ حیات اس بات کے شاہد ہیں کہ اس نے کسی مشرقی شاعر کے اس مشہور مقولہ کو ہمیشہ اپنا معیارِ زندگی بنانے کی کوشش جاری رکھی ہے ؎

دو چیز حاصلِ عمر است خیر و نام نکو!
ازیں چوں درگذری کل من علیہا فان
مباش در پئے آزار و کام خلق برآر
کہ زیں دو کار بیابی سعادت دو جہان

۳۱۱۰۔ رام گلی نمبر ۲
لاہور

تیرتھ رام

باب (۱)

ابتدائی حالات

امریکہ کا نامور پریذیڈنٹ فرینکلن ڈی روزویلٹ دریائے ہڈسن کے کنارے ایک خوشنما پارک کے اندر بنے ہوئے دیہاتی مکان میں پیدا ہوا تھا۔ پندرہ سال کی عمر تک اُس نے گھر پر تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں وہ لاجرس نام کے ایک مالدار خاندان کے لڑکوں کے ساتھ مل کر پڑھا کرتا تھا۔ جس گھر میں وہ پیدا ہوا۔ اُس کی دیواریں اُس کے اجداد و اسلاف کی پُروقار تصویروں سے آراستہ تھیں۔ کیونکہ اس کے باپ جیمز روزویلٹ کو ایسی چیزیں جمع کرنے اور اُن سے اپنے مکان کو آراستہ رکھنے کا بہت شوق تھا۔ ضمناً یہ بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ اس کے باپ کی عمر اس کی ماں کی عمر سے قریباً تیس سال بڑی تھی۔ یہ واقعہ محض اس لئے شاملِ حالات کیا جاتا ہے کہ اس سے معلوم ہوگا۔ کہ بڈھے جیمز روزویلٹ کے عادات اور خصائل گہری متانت و سنجیدگی کی جھلک لئے ہوئے تھے۔ ایک موقعہ پر اس

لنے فرینکلن کو جو اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اپنے خاندان کے بزرگ اکبر کلائیس مارٹنسن کی حکایت سنائی تھی۔ جو سنہ ۱۶۵۰ء میں امریکہ کے مقام نیو یم سٹرڈم میں آکر آباد ہوا تھا یہاں پہنچ کر اس نے اپنے اس گاؤں کے نام پر جو اس کے وطن ہالینڈ میں واقع تھا۔ اپنا نام وان روزویلٹ رکھا اور کھیتی باڑی کرنے لگا۔ ہر چند کہ اس شخص کلائیس مارٹنسن کے بیٹے اور پوتوں میں سے کئی ایسے بھی ہوئے۔ جنہوں نے خیاطت اور پارچہ فروشی کے کام کئے۔ بعض اور تھے۔ جنہوں نے کارخانے کھولے اور صراف کی کوٹھیاں چلائیں۔ تاہم دو خصوصیتیں اس خاندان میں ہمیشہ قائم رہیں۔ ایک زمیندارہ کا شوق دوسرے بحری سیاحت سے نہ ختم ہونے والی دلچسپی۔ یہی شہر نیو ایم سٹرڈم رفتہ رفتہ نیو یارک کہلایا۔ جو فی زمانہ امریکہ کا صدر مقام ہے۔ اس جگہ رہتے ہوئے خاندان کے بعض افراد خاص نے عوام میں شہرہ حاصل کیا۔ وہ فرینکلن کا پردادا ہی تھا۔ جو نیو یارک کے بنک کا صدر تھا۔ لیکن اس کے بیٹے کو بعض مالی انقلابات کا شکار ہونا پڑا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ اپنی جائیداد بیچ کر پھر کاشتکاری کرنے لگا۔ جیسا کہ اس خاندان کے بزرگ اکبر کلائیس مارٹنسن نے کیا تھا۔ شاید اسی زمانہ سے یہ بات طے شدہ قرار پائی تھی کہ روزویلٹ نام کے لوگوں کی تقدیر میں لکھ پتی ہونا نہیں لکھا بلکہ زمیندار ہونا ہی لکھا ہے ؛

فرینکلن ڈی روزویلٹ کا تعلق جس طبقہ سے ہے۔ اس کو امریکن زندگی میں ایک درجہ حاصل ہے۔ ریاست ہائے جنوب اور ملک کے مشرقی حصہ میں جو ساحل بحر کے قریب ہے۔ بعض ایسے خاندان آباد ہیں۔ جو اراضی دار ہونے کے باوجود بہت مالدار نہیں نہ وہ سیاسی تحریکات میں نمایاں حصہ لیتے ہیں نہ ان کے تذکرے امریکن

اخبارات کی سوشل خبروں یا ماہواری رسالوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ معقول گذارہ رکھنے کے باوجود یہ لوگ بالکل سادہ مزاج ہیں۔ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلاتے ہیں۔ یورپ کی سیر و سیاحت ضرور کرتے ہیں۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود جب ان کا انتقال ہوتا ہے۔ تو یہی دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی سے ملکی ترقی پر کوئی خاص اثر پیدا نہیں کیا۔ مگر اس پر بھی وہ امریکہ کی آبادی کا جزو لاینفک سمجھے جاتے ہیں اُن کے اقبال کی بیخ و بن اس زمین کے اندر مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے۔ جس میں اُن کے اسلاف کسی زمانہ میں تلعبہ رانی کیا کرتے تھے۔ ہم انہیں ممالک متحدہ امریکہ کے نامور زمیندار کہہ سکتے ہیں۔ مگر اُن کے مستقبل کا فیصلہ اس سے پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اور انہیں جو کچھ بننا تھا۔ اُن کے بزرگ اپنی زندگی میں ہی انہیں بنا گئے ہیں۔ اُن کا کام محض عہدِ ماضی کی روایات کو قائم رکھنا ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے اِن لوگوں کے اندر نہ کسی طرح کی سیاسی ہٹ دھرمی اور نہ رجعت پسندی کی سپرٹ پائی جاتی ہے۔ چونکہ وہ صدیوں سے آسودہ حال چلے آتے ہیں۔ اس لئے اُن کے اندر اُن نو دولت یافتہ لوگوں کی سی خود پسندی بھی نہیں جنہیں ہر وقت اپنے اقبال کی سلامتی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ جو اسی خیال سے ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا اُن کا ہمسر پیدا ہو جائے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ پابندِ مذہب ہونے کی وجہ سے نیک چلن، پاکیزہ خو۔ وسیع النظر اور بامروت ہیں۔ گاہ بگاہ جب اُن میں سے کوئی ایک آدمی پبلک زندگی میں اونچا درجہ حاصل کرتا ہے۔ تو وہ پلیٹ فارم اور نیک صاحب کے جوہر سے ہی آراستہ نہیں ہوتا۔ بلکہ حقداری اور خوش خلقی کے آثار بھی ضرور اس میں پائے جاتے ہیں۔

فرینکلن ڈی روزویلٹ نے اپنے حلقہ کے نوجوانوں کی طرح ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور چودہ سال کی عمر تک انگلستان، فرانس اور جرمنی کے بیشتر حصوں کی سیاحت بھی کر ڈالی۔ اس کے بعد گروٹن کے مقام پر اس کی تعلیم کی تکمیل کا کام شروع ہوا۔ یہاں اس نے تحصیلِ علم میں ہی دوسرے طالب علموں پر جو مالدار گھروں کے فرزند تھے سبقت حاصل کر کے دکھائی۔ دو خوبیاں اس میں شروع سے ہی پائی جاتی تھیں۔ یعنی برتاؤ میں شرافت اور قول میں صداقت اور یہ دونوں اوصاف اس کو اپنی سبک روح باصفا ماں کے ورثہ میں ملے تھے۔ جس زمانہ میں بوئروں کی لڑائی شروع ہوئی تو وہ ہاورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پاتا تھا۔ اسی موقعہ پر اگرچہ کئی گندم نما جو فروشوں نے مصلحتاً فریق ثانی کی حمایت شروع کی۔ تاہم فرینکلن چونکہ اسی خاندان کا نام لیوا تھا۔ جس کے بزرگ ہالینڈ سے آکر امریکہ میں آباد ہوئے تھے۔ اور اس کے علاوہ جیسا کہ لکھا گیا ہے روز اول سے انصاف پسند طبع ہوا تھا۔ اس لئے اس کی ہمدردی قدرتی طور پر بوئروں کے ساتھ ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس چھوٹی سی عمر میں ہی اس کی علو ہمتی اور فرض شناسی کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر اس کو یقین ہو کہ میں حق بات کے لئے لڑتا ہوں۔ تو وہ اپنی ہر دلعزیزی کی بھی زیادہ پرواہ نہ کرتا تھا

فرینکلن ابھی ہاورڈ یونیورسٹی میں ہی تعلیم پاتا تھا۔ کہ اس کے ایک اور رشتہ دار نے براعظم امریکہ میں خوب نام پایا۔ تھیوڈور روزویلٹ جو امریکہ کے پریزیڈنٹوں میں بہت مشہور گذرا ہے دور کے رشتہ میں فرینکلن کا چچا تھا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں وہ ممالک متحدہ امریکہ کے نائب صدر کا عہدہ حاصل کر چکا تھا۔ ایک خاص تقریب پر جب مسٹر روزویلٹ ہاورڈ کا معائنہ کرنے گیا تو اس کی ملاقات "نوجوان روزویلٹ" سے جو اس

زمانہ میں انڈر گریجوایٹ تھا ہوئی خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہی وہ موقعہ تھا۔ جب نوجوان فرینکلن کے دل میں پبلک کی خدمت گذاری کرتے ہوئے عروج ترقی پانے کا شوق پہلی مرتبہ پیدا ہوا۔ اسی موقعہ پر اس کی اپنے چچا سے ایک لمبی گفتگو ہوئی۔ اور بعدازاں اس نے کالج کے رسالہ "کرمزن" میں اس کے ساتھ اپنی ملاقات کا حال تفصیل کے ساتھ شائع کیا۔ لیکن اس کے باوجود عرصہ دراز تک اس نے اپنے طریق عمل سے یہ بات ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ میدان سیاست میں اترنے کا خواہش مند ہے۔ چونکہ بچپن سے ہی اس کی عمر دریائے ہڈسن کے ساحل پر گذری تھی۔ اور اس کی نگاہ دریا کی اٹھتی ہوئی لہروں پر جن کا پانی کناروں سے اچھل اچھل کر پڑتا تھا ہر وقت جایا کرتی تھی۔ نیز اس کو اپنے بزرگوں کے کارنامجات سیاحت سننے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے چھوٹی عمر سے ہی وہ ملاح کا پیشہ اختیار کرنے کا شائق تھا۔ لیکن بعد ازاں جب اس کے باپ نے اس کے لئے قانون کا مطالعہ تجویز کیا تو وہ آمادہ ہو گیا۔
۲۹ سال کی عمر میں جب اُسے اسکے علاقہ کی طرف سے سینیٹ کے انتخاب کے لئے موقعہ پر نامزد کیا گیا۔ تو چچا تھیوڈور روزویلٹ کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور اُس نے چچا کی مثال کو دیکھتے ہوئے نامزد ہونا قبول کر لیا۔

فرینکلن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ اس کے باپ کا انتقال ہوا۔ چونکہ ماں کو بیٹے سے بہت گہری محبت تھی وہ ہر وقت اس کے پاس رہنے کے خیال سے اس کے پیچھے پیچھے بوسٹن جا پہنچی۔ آخرکار جب فرینکلن سکول کی تعلیم مکمل کر چکا اور کولمبیا یونیورسٹی میں داخل ہوا تو ماں بھی اس کے پاس رہنے کے خیال سے نیویارک میں ایک مکان کرائے لے کر اس میں اٹھ گئی۔ نوجوان فرینکلن کو مطالعہ سے

بہت دلچسپی تھی۔ تو بھی اُس نے تعلیم کی تکمیل میں جانبازی نہیں کی۔ اُس کی حالت ایک مرفعہ الحال نوجوان سے ملتی جلتی تھی۔ جسے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ اور جو اپنی راہ پہ مزے مزے چلتے جانا پسند کرے۔ گو اس کے ساتھ ہی یہ امر واقعہ ہے کہ فرینکلن گرد و نواح کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہوئے تعلیم پہ خاص توجہ دیتا اور امریکہ کے طرز معاشرت کا بغور مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ شہر کے ایک نہایت غریب حصہ میں جو بڑی جس کا نام ہے اپنی ایک چچازاد بہن الینر روزویلٹ کو ساتھ لے کر اس جماعت کو دیکھنے گیا۔ جس میں وہ غریب بچوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کمسن طالب علم لڑکیوں نے اسی وقت ہی فرینکلن کی ذات سے گہری دلچسپی لینی شروع کر دی۔ کوئی خاص خوبی اس میں ضرور ایسی تھی۔ جو بچوں کو اس کی طرف مائل کر دیتی تھی۔ کیونکہ الینر کا بیان ہے۔ کہ چھوٹی لڑکیاں تعداد کثیر میں اس کے گرد جمع ہو گئی تھیں۔ ہرچند کہ فرینکلن کی تعلیم اس سے مختلف حالات میں ہوئی تھی۔ تو بھی اس کے اندر موقعہ شناسی کا جوہر اس حد تک موجود تھا کہ اس نے ان چھوٹی شرمیلی لڑکیوں کے ساتھ ان کی اپنی زبان میں سادہ مضامین پر گفتگو شروع کر دی۔

اس جگہ الینر روزویلٹ کا حال خصوصیت سے قابل ذکر ہے کیونکہ فرینکلن کی شادی آگے چل کر اسی کے ساتھ ہوئی تھی۔ فرینکلن کی ملاقات اس سے کئی مرتبہ ہائیڈ پارک میں جہاں اس کی ماں کا دیہاتی مکان تھا اور بعد ازاں نیویارک میں ہوئی تھی۔ وہ ایک سادہ اور صاف مزاج کی لڑکی تھی۔ جس کے والدین دس سال کی عمر میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ اور جو اس کے بعد کبھی اپنے امریکن رشتہ داروں کے پاس رہتی تھی اور کبھی یورپ کے بورڈنگ سکولوں میں تعلیم پاتی تھی۔ وہ کون سے

خاص حالات تھے۔ جن میں فرینکلن کو اس بھدی شکل وصورت لیکن پسندیدہ سرشت کی لڑکی سے محبت ہوئی۔ اس کا حال پورے طور پر معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس میں کلام نہیں کہ چھوٹی عمر سے ہی وہ اس کو بہت چاہنے لگا تھا۔ مسز روز ویلٹ کو اچھی طرح یاد ہے کہ چودہ برس کی عمر میں وہ ایک پارٹی میں شریک ہوئی۔ تو نہایت غیر موزوں پوشاک پہنے ہوئے تھی۔ اس پارٹی میں صرف ایک ہی نوجوان اس کے ساتھ مل کر رقص کرنے کو آمادہ ہوا اور وہ اس کا دور کا رشتہ دار فرینکلن تھا اس کے پانچ سال بعد اس نے ایلینر سے شادی کی درخواست کی۔ یقینی طور پر فرینکلن کے محسوسات کی تہ میں ایک مصیبت زدہ لڑکی کے ساتھ عارضی ہمدردی یا عہدِ شباب یا وقتی جوش کے علاوہ کوئی اور بات ضرور ہوگی ماں چونکہ اتنی چھوٹی عمر میں اس قسم کا رشتہ قائم ہوتے دیکھنا نہ چاہتی تھی۔ اس لئے وہ ایک دوست کی معیت میں اس کو جہاز پر سوار کر کے بحرالہند لے گئی۔ تاکہ وہاں بیٹے کو اوقاتِ فرصت میں غور کرنے کا موقعہ مل سکے۔ لیکن اس کی محبت زبردست ثابت ہوئی چنانچہ وہ جب واپس آیا تو ایلینر کو اسی طرح چاہتا تھا۔ جیسے پیشتر کسی زمانہ میں لڑکی میں اس کے بھدے پن، خاموشی اور افسردگی کی جو باتیں اوروں کو عیب نظر آتی تھیں وہی اس کو ذریعہ حسن معلوم ہونے لگیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے۔ اس زمانہ میں ہی اس کے اندر اپنے سے مختلف اشخاص کے اندر کشش کرنے کی وہ صفت پیدا ہو گئی ہو جس کے زیر اثر وہ اپنی پختہ عمر میں ہمیشہ غریب اور بدنصیب لوگوں کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرتا رہا ہے۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ ایلینر سے اس کو سچی اور دیرپا محبت تھی۔ اس کے کئی سال بعد

جب الینیر نے شادی شدہ زندگی میں ایک بار اُس سے تین لفظوں میں پوچھا۔ کہ "ہمارے بچوں کو کس قدر مذہبی تعلیم دی جانی چاہئے"، تو فرینکلن کا جواب معنی خیز تھا یعنی اُس نے کہا "یہ ایسے معاملات ہیں۔ جن کے متعلق میں زیادہ غور کرنے کی حاجت نہیں سمجھتا۔ شروع سے ہی اس کا اعتقاد قدرت کی اپنی رہبری پر رہا ہے۔ اور اس کی بدولت اس کو ہمیشہ اس طرح کے موقعوں پر جب کوئی دقت طلب سوال درپیش ہو۔ صحیح انتخاب کرنے میں کافی مدد ملی ہے:۔

۲۳ سال کی عمر میں جب وہ کولمبیا یونیورسٹی میں قانون پڑھا کرتا تھا۔ اُس کی شادی ایلینر کے ساتھ ہوگئی۔ لڑکی والوں کی طرف سے ساری رسمیں چچا تھیوڈور نے ادا کیں۔ جو اُس زمانہ میں امریکہ کا صدر منتخب ہوچکا تھا۔ شادی سے دو ہفتہ پیشتر فرینکلن اور ایلینر صدر امریکہ کے سرکاری مقام سکونت وائٹ ہوس میں روزویلٹ کا داخلہ دیکھنے کے لئے گئے تھے۔ اُس وقت جب وہ ملاقاتیوں کی حیثیت میں مختلف رسوم دیکھ رہے تھے۔ تو انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ ایسی ہی رسمیں ایک روز ہمارے ساتھ ادا ہوتی ہیں۔ آخر کار ۱۹۰۵ء میں اُن کی شادی کی رسم ادا ہوئی۔ اس موقعہ پر ایلینر کی جو تصویر لی گئی۔ وہ اس کو معمول سے زیادہ بہت خوش وضع خوش چشم اور خوش رنگ ظاہر کرتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ شادی کی مسرت نے اس کے حسن باطن کو نئی صورت میں چمکا دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ حاضرین کی نظریں اس موقعہ پر خاص طور سے ایلینر پر نہ پڑتی تھیں۔ بیشمار مہمان جمع تھے۔ لیکن کشش کا مرکز امریکہ کا منتخب شدہ صدر تھا۔ اس کی طرف سے فرائض میزبانی ادا ہو رہے تھے۔ بہ مشکل انہوں نے ماہ

عمل کا زمانہ یورپ میں بسر کیا۔ فرینکلن کے وقت کا بیشتر حصہ لندن اور پیرس
کی گلیوں میں پرانی کتابیں اور نایاب تصویریں جمع کرنے میں گذرا۔ نیویارک واپس
آئے۔ تو فرینکلن نے نئی موقعوں پر اپنی فراہم کردہ چیزیں دوستوں کو دکھاتے ہوئے
یہ بھی بتایا کہ فلاں فلاں چیز فلاں مقام سے حاصل کی گئی تھی۔ وجہ صرف یہ ہے۔ کہ
اس کا حافظہ پہلے دن سے تیز رہا ہے ؛

شادی کے ایک سال بعد روزولٹ آنا پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پہلا لڑکا جیمز۔
پھر دوسرا فرینکلن۔ لیکن آخر الذکر چھ ماہ کی عمر میں ہی مر گیا۔ بعد ازاں ایک اور بچہ
ایلیٹ پیدا ہوا۔ یونیورسٹی میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ بیرسٹر بنا۔ اور شہر نیویارک
کے وکلا کی ایک مشہور فرم میں کام سیکھنے لگا۔ ہر چند اس نے باپ کی منشا کے مطابق
قانونی زندگی شروع کر دی تھی۔ تاہم بحری سیر و سیاحت کا جو شوق چھوٹی عمر
سے اس کے دل کو لگا ہوا تھا۔ وہ اس کو فراموش نہ کر سکا اور آئی گرمیوں میں کینیڈا
کے قریب جزیرہ کیمپو بیلو کی سیر کرنے گیا۔ وہاں اس نے ایک مکان کرائے پر
لیا۔ دوستوں کے ساتھ کشتی کی سیر کرتا۔ تیرتا اور مچھلیاں پکڑ کر خوش ہوتا تھا۔ ماں
بھی ہر وقت اس کے ساتھ رہتی تھی۔ ایلینر کا فرض ان تفریحات میں حصہ لینا نہ
تھا۔ وہ یا تو بچوں کی پرورش اور تربیت سے واسطہ رکھتی تھی۔ یا فرینکلن کے
مہمانوں کی بیویوں کی خاطر داری کر چھوڑتی تھی ؛

لیکن ناگاہ سنہ ۱۹۲۱ء کی گرمیوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی بدولت
فرینکلن روزویلٹ کو وہ طریق زندگی اختیار کرنا پڑا۔ جس پر وہ اس وقت تک
کاربند ہے۔ گرد و نواح کے لوگ درخواست لے کر اس کے پاس آئے۔ کہ ہم

نیویارک کی طرف سے سینیٹ یعنی امریکن پارلیمنٹ کے لئے ڈیموکریٹک اُمیدوار تجویز کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ پچھلے بتیس سال سے کبھی کوئی ڈیموکریٹ اُمیدوار کھڑا نہ ہؤا تھا۔ اس لئے فرینکلن کو اپنی کامیابی کی زیادہ اُمید نہ تھی۔ لیکن اس پر بھی وہ آمادہ ہو گیا۔ وکالت چھوڑ دی اور انتخابی مہم میں سرگرمی سے حصہ لینے لگا۔ اس مطلب کے لئے اس نے ایک موٹر کرایہ پر لے لی۔ اور بجلی کی تیزی رفتار سے ایک سے دوسرے مقام پر پہنچ کر جدوجہد میں حصّہ لینے لگا۔ آندھی گرمی اور بارش ہر طرح کے حالات میں وہ اپنی کھلی کار دیہات میں اڑائے پھرتا اور ہر ایک کھلیان میں پہنچ کر ہر ایک کسان سے بات چیت کرتا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں موٹر کی سواری نئی نئی چلی تھی۔ اس لئے کاشتکار لوگ اس کو دلچسپی کی نظروں سے دیکھتے اور فرینکلن کی تقریروں کو بڑے غور کیساتھ سنتے تھے۔ جس وقت اس نے انتخابی مہم میں حصہ لینا شروع کیا۔ تو اُسے بالکل معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب اس نے مہم کو کامیاب خاتمہ پر پہنچایا۔ تو اس کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ لوگوں کی سب سے بڑی آرزو اپنے لئے حفاظت پانے کی ہے۔ چونکہ وہ خود ایک زمیندار خاندان کا نام لیوا تھا۔ اس لئے کسانوں و کاشتکاروں کے خیالات کو اُن کے بھدے طریقۂ اظہار کے باوجود پوری طرح سمجھ گیا۔ چنانچہ انہی لوگوں کی مدد سے وہ آخرکار انتخاب میں کامیاب ہؤا۔ اور وہ بھی ایک ہزار ووٹوں کی کثرت سے :۔

فرینکلن ڈی روزویلٹ کی عمر ۲۹ سال کی تھی۔ کہ وہ پہلی مرتبہ پبلک خدمت گذاری کے سلسلہ میں ممبر سینیٹ بن کر آلبنی روانہ ہؤا :۔

باب ۲۔

سیاسی زندگی کے پہلے ۱۰ سال

ممبران سینٹ کا عام دستور تھا۔ کہ جن دنوں سینٹ کا اجلاس نہ ہو۔ تو وہ ریاست نیویارک کے مستقر سے باہر رہا کرتے تھے۔ البتہ اجلاس کے دنوں میں شہر کے اندر چلے آتے اور کسی ہوٹل میں کمرہ کرایہ لے کر رہنے لگتے۔ لیکن فرنیکلن روزویلٹ کو اپنے کام سے اتنی گہری محبت تھی۔ کہ اس نے منتخب ہونے کے بعد آلبنی میں مستقل قیام کر لیا۔ وہیں ایک کرایہ کا مکان لے کر وہ اپنی بیوی اور تینوں بچوں کے ساتھ اس میں رہنے لگا۔ اس ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے کام میں کتنی دلچسپی لیتا تھا۔

اس کے تھوڑا ہی عرصہ بعد پارٹی بازی کی جد و جہد شروع ہو گئی۔ جس میں اس کو نمایاں حصہ لینا پڑا۔ ڈیموکریٹک پارٹی نے جس کا وہ ممبر تھا۔ بل شیٹن نامی ایک شخص کو ممالک متحدہ کی بڑی سینٹ کے لئے امیدوار چنا۔ لیکن فرینکلن روزویلٹ

کا خیال تھا۔ کہ یہ آدمی اس عہدہ کی قابلیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس نے اُس کی مخالفت شروع کردی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں نوجوان فرینکلن اپنے چچا تھیوڈور روزویلٹ کی تقلید کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے زمانہ میں جب کبھی اس طرح کا واقعہ پیش آتا۔ تو وہ اپنی مخالفت کسی مصلحت کی وجہ سے چھپانے کی بالکل کوشش نہ کرتا تھا۔ ادھر شیہن کی پُشت پر بھی زبردست امدادی ہاتھ کام کر رہے تھے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ عرصہ قلیل کے اندر البنی میں ایک زبردست جدوجہد شروع ہو گئی جس میں زوردار طاقتوں کے مقابلہ میں صرف نوجوان فرینکلن کی ہمت کام کر رہی تھی۔ جس کا پہلے دن سے یہ عقیدہ تھا کہ ظاہری اثر و وجاہت کے مقابلہ میں آدمی کی قابلیت ہی پیش نظر ہونی چاہئے رفتہ رفتہ کئی اور ممبران سینٹ اس کے طرفدار بننے لگے۔ ان ایام میں ایلینر کو اپنے شوہر کی طرح اس جدوجہد میں نمایاں حصہ لینا پڑا۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوتا کہ جب فرینکلن کی شیہن کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث ہو رہی ہوتی۔ تو دونوں کی بیویاں الگ کمرہ میں ایک دوسرے سے بحث کرنے میں مشغول ہو جاتیں فرینکلن اور ایلینر کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیہن کی نامزدگی آخر کار واپس لے لی گئی اور اس طریقہ پر فرینکلن نے اپنی پہلی جدوجہد میں شاندار کامیابی حاصل کی:

فرینکلن روزویلٹ نے جب سے میدان سیاست میں قدم رکھا ہے۔ اس کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وسیع النظری سے کام لیتے ہوئے ایسے آدمیوں کو زیر نگاہ رکھا جائے جو ذمہ داری کے عہدوں پر کام کر سکیں۔ اور

بعد از آں وقت آنے پر اُن کی دل کھول کر امداد کی جائے۔ چنانچہ اس کے بعد جب وہ حکومت کا رکن رکین بنا۔ تو اس نے ہمیشہ اسی اصول کو مدنظر رکھا کہ حلقہ احباب میں جو آدمی صحیح قابلیت رکھنے والا ہو۔ اس کی امداد سے کبھی دریغ نہ کیا جائے۔ اس طرح کے آدمیوں میں جنہیں فرینکلن کے ہاتھوں فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا سب سے قابل ذکر نام شیہن کے مد مقابل کا تھا جس نے ۱۹۱۱ء میں روزویلٹ کی امداد سے ممالک متحدہ کی سینیٹ کی رکنیت حاصل کی۔ اس کے اگلے سال جب عہدہ صدارت کے لئے نامزدگیاں ہوئیں۔ اور انتخابات عمل میں آنے لگے۔ تو روزویلٹ کو اب ایسا سیاسی معلم مل گیا۔ جس کا ساتھ اس نے اوّل سے آخر تک ہمیشہ دیا۔ یہ شخص امریکہ کا نامور بزرگ ووڈرو ولسن تھا۔ جن دنوں میں بالٹی مور کے مقام پر کانونشن اسمبلی کا اجلاس اس سوال کو طے کرنے کے لئے منعقد ہوا کہ امیدواری صدارت کے لئے ولسن کو نامزد کیا جائے یا اس کے مد مقابل کلارک کو۔ تو فرینکلن روزویلٹ نے اس آدمی کے لئے جس کا وہ ہمیشہ مداح رہا تھا۔ خوب ہی جی کھول کر جدوجہد کی۔ آخری انتخابی مہم کے موقعہ پر وہ ولسن کے ساتھ تھا۔ اگرچہ اس کا اپنا رشتہ دار چچا تھیوڈور بر مگر پروگریسو پارٹی کی طرف سے امیدوار کھڑا ہو چکا تھا۔ نتیجہ سب کو معلوم ہے۔ یعنی تھیوڈور رہ گیا۔ اور ولسن نے عہدہ صدارت حاصل کیا۔

یہ ایک نہایت عجیب بات ہے۔ کہ فرینکلن کا شروع ہی سے اس خوش مزاج فیلسوف (ولسن) کے ساتھ انس رہا۔ جو محض اتفاقات کے زیر اثر سیاستدان بنا تھا۔ ولسن ایک پادری کا بیٹا۔ منطق اور فلسفہ کا دلدادہ اپنی بعض خوبیوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے ہمیشہ نوجوان فرینکلن کے لئے باعث تحسین رہا ہے۔ غرض

سے دیکھا جائے۔ تو فرینکلن روزویلٹ کی شروع سے یہ عادت تھی۔ کہ وہ ایسے
شخصوں سے زیادہ مانوس ہوتا تھا۔ جن میں کچھ ایسی خوبیاں موجود ہوں۔ جن کی خود
اس کی اپنی ذات میں کمی پائی جاتی ہو۔ چنانچہ اس کے واقعات زندگی کو دیکھنے سے
کئی مثالیں نظر آتی ہیں۔ ایلینیر کی طرف اس لئے اس کو کشش ہوئی تھی۔ کہ وہ مستقل
مزاج اور حوصلہ مند عورت تھی۔ ڈاکٹر ولسن کا مداح وہ اس لئے بنا۔ کہ اس میں
نظریاتی تعلیم اور متانت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ آل سمتھ کا حامی بننے کی وجہ یہ
ہوئی۔ کہ اس نے ایک اخبار فروش لڑکے کے درجہ سے ایمانداری کے ساتھ ترقی
کرتے ہوئے آخرکار ریاست نیویارک کے گورنر کا عہدہ حاصل کیا تھا۔ لیکن اگر غور
کرکے دیکھا جائے تو ان بیشمار شخصوں میں جو فرینکلن روزویلٹ پر اثر ڈالنے کا
ذریعہ بنے۔ سب سے زیادہ قابل ذکر نام ڈاکٹر ولسن کا ہی نظر آئیگا۔ یہ شخص شروع
سے ہی اس ریاست کا مخالف تھا۔ کہ امریکہ میں صرف مال و دولت کی حکومت ہو۔ فرینکلن
کے سینہ میں ان خیالات کی ابتدا قائم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوا۔ جن سے اس نے اپنی بعد
کی زندگی میں ہمیشہ کام لیا۔ اسی طرح روزویلٹ نے بعض موقعوں پر یہ بھی کہا ہے
کہ ولسن نے جس کام کا آغاز کیا تھا۔ لیکن جو حالات جنگ کی پشت گری سے ناتمام
رہ گیا۔ اس کو مکمل کرنا میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔" رفتہ رفتہ جب وہ زمانہ آیا۔ کہ
ولسن کے بعد روزویلٹ کو عہدہ صدارت پہ جھگڑنا پڑا۔ تو جو لوگ ڈاکٹر ولسن کے مخالف
تھے۔ وہ اس کے بھی مخالف بن گئے۔ چنانچہ ٹمانی ہال کے ممبران ذی اقتدار سپریم
کورٹ کے اعلیٰ عہدہ دار روزویلٹ کی اس پالیسی کے سختی سے مخالف ثابت ہوئے جو
اس نے نیو ڈیل کے نام سے شروع کی ہے اور جس کو اس نے اپنی کوششوں سے ایک

شاندار منزل تک پہنچا ہے۔

لیکن خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ ذکر اُس زمانے کا تھا۔ جب ڈاکٹر ولسن
امریکہ کا پردھان بنا۔ چنانچہ اُس نے عہدہ صدارت پر آتے ہی اس نوجوان ممبر
سینیٹ (فرینکلن) کو جس نے مہم انتخابی میں اس کی نمایاں امداد کی تھی۔ بلا کر انتظام
حکومت میں حصّہ لینے کی درخواست کی۔ فرینکلن کو اپنی ناتجربہ کاری سے اس بات کا
اندیشہ تھا۔ کہ شاید میں اپنے عہدہ کے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ پورا نہ کر سکوں
لیکن اس کی اس وقت کی خوشی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ جب اس کو بتایا گیا۔ کہ عہدہ
جو اُس کے لئے تجویز کیا گیا محکمہ بحری کے نائب معتمد کا ہے۔ جیسا کہ پیشتر کئی بار
مذکور ہوا ہے۔ فرینکلن کو چھوٹی عمر سے ہی سمندر اور اس کے متعلقات سے گہرا انس
تھا۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا بحری سیاح تھا۔ اور اس پہلو سے دیکھا جائے تو نو مشاق بحری
کے کئی افسران کے مقابلہ میں جن کی معلومات محض نظریاتی تھیں۔ عملی حالات سے
زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ غرض ۱۹۱۳ء کے پت جھاڑ میں اس نے نیویارک کے
سینیٹر کا عہدہ ترک کیا اور واشنگٹن پہنچ کر تھیوڈور روزویلٹ کی بہن کے مکان
پر رہنے لگا۔ اس گھر کا انتظام دو حبشی نوکروں کے سپرد تھا۔ اور کئی شاندار
روایتیں اس سے وابستہ تھیں۔ مکان سے ملحق ایک خوشنما باغیچہ تھا جس کی
درستی کا فرض وائٹ ہوس کے ایک سابقہ مالی کے سپرد تھا۔ اس طرح گو نوجوان
فرینکلن موزوں اور مناسب حالات میں شریکِ انتظام حکومت ہو گیا۔ تاہم ایک
نائب معتمد کا عہدہ محض ثانوی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے مزاج کے اصلی جوہر
چار سال کے بعد اس زمانہ میں ہی کھلے۔ جب ممالک متحدہ امریکہ کو یورپ کے

محاربہ عظیم کا حصہ دار بننا پڑا ؛

اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ فرینکلن روزویلٹ کے مخالفوں نے جب کبھی اس کے خلاف کوئی الزام تراشا ہے۔ تقریبًا ہمیشہ ایسا الزام ثابت ہُوا ہے جس کا تعلق اس کی ذات سے نہیں بلکہ اس کے خیالات سے تھا۔ وہ ہمیشہ باصفا زندگی بسر کرتا رہا۔ اس کے بڑے سے بڑے دشمنوں کو بھی اس کی ذات میں اس طرح کے عیب نکالنے کا موقعہ نہیں ملا۔ جو بڑی بڑی سر کردہ ہستیوں کے سنین ابتدائی کے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی میدانِ تدبر میں اُترنے کے بعد کوئی آدمی مخالفانہ چوٹوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ایک الزام جو اس کے مخالفوں نے روزویلٹ پر لگایا یہ تھا کہ وہ محکمہ بحری کا ایک ناقابلِ معتمد نائب ثابت ہوا ہے حتیٰ کہ جنگ کے آغاز پر اس نے پوری لام بندی نہ کی تھی ؛

یہ لوگ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ معاملات بحری کی اصلی ذمہ داری اس کے اپنے کندھوں پر نہیں بلکہ اس کے افسر اعلیٰ محکمہ بحری کے سکرٹری پر تھی فی الحقیقت یہ بات کئی طریقوں پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ روزویلٹ ذاتی طور پر بحری لام بندی کی تکمیل کے حق میں تھا۔ اس کے بعض سوانح نگاروں نے تو صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ موقعہ پیش آنے پر اس نے اپنی آزادانہ رائے چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ ایمل لڈوگ نے اس گفتگو کا حال ایک موقعہ پر لکھا ہے جو سال ۱۹۱۶ء کے موسم خزاں میں روزویلٹ اور ولسن کے درمیان ہوئی تھی۔ جبکہ اپنے افسر اعلیٰ کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر مستعد نائب بحری معتمد (روزویلٹ) نے صدر ولسن پر اس بات کے لئے زور ڈالا تھا۔ کہ بحری لام بندی مکمل طور پر کی

جائے۔ لکھنے والے نے یہاں تک تحریر کیا ہے کہ روزویلٹ اس موقعہ پر بااصرار کہتا
تھا۔ کہ امریکہ آتش فشاں کے دہانے کے پاس کھڑا ہے۔ نہیں معلوم کب اس کو جنگ
کی آگ میں کودنا پڑے۔ اس لئے لازم ہے کہ سب تیاریاں پہلے سے مکمل رکھی جائیں
لیکن ولسن نے اس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب روزویلٹ ناراض ہو کر
رخصت ہونے لگا تو ولسن نے اس کو واپس بلا کر اپنی پوزیشن اس طرح صاف کی۔
کہ تاریخ کی نظریں بیشک ہم پر لگی ہوئی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہم کو ضرور
جنگ میں شریک ہونا پڑیگا۔ لیکن میرے عزیز! ہمیں اس کے ساتھ ہی اس
حقیقت کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ آج سے بہت عرصہ بعد شاید ۱۹۵۰ء میں
کوئی جرمن یا کوئی روسی جنگ کی تاریخ لکھنے بیٹھے گا۔ تو وہ ضرور اس بات پر زور
دیگا کہ امریکہ نے اس وقت سے پہلے کہ اُسے جنگ کے لئے مجبور ہونا پڑا تیاری
کے لئے کیا نہ کیا تھا۔ اس تقریر کا روزویلٹ کے دل پر کچھ اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ
سر تسلیم خم کر کے ولسن کی حکمتِ عملی پر کاربند ہونے کو آمادہ ہو گیا۔

آخر کار جب وہ وقت آیا کہ امریکہ کو شریک جنگ ہونا پڑا تو روزویلٹ
نے سب سے پہلے اپنا ذاتی جہاز فروخت کر دیا۔ جس میں وہ جزیرہ کیمپو بیلو کے
آس پاس سیر و تفریح کیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ۱۹۱۷ء کی تعطیلات گرما میں
اس قسم کی تفریح کے لئے فرصت حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ ان ایام میں امریکہ کے محکمہ
بحری کو اہم ترین معاملات میں انگلستان اور فرانس کے دوش بدوش کام کرنے پر مجبور
ہونا پڑے گا۔ اس زمانہ میں جب فرینکلن محکمہ بحری میں کام کرتا تھا اس کی بیوی
ایلینر جنگ کے دوسرے مشاغل میں اپنی دوہری قابلیتوں کا ثبوت دے رہی

تھی۔ بیشتر اس سکون پسند علیحدگی اور تنہائی کی دلدادہ عورت کے وقت کا بیشتر
حصہ بچوں کی پرورش اور تربیت۔ ایامِ علالت میں اُن کی نگہداشت اور ایسے
ہی دوسرے کاموں میں صرف ہوتا تھا لیکن جب اُس نے اپنے شوہر کے پہلو
میں رہ کر زیادہ اہمیت کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیئے۔ جنگ کے
ابتدائی عرصہ میں جب امریکہ غیر جانبدار تھا۔ اور مختلف غیر ملکی سفیروں میں
جو امریکہ پہنچے ہوئے تھے۔ قدرتی طور پر باہمی کشیدگی پائی جاتی تھی۔ ایلینر کے مجلسی
فرائض کی مناسب انجام دہی کا فن خوش اسلوبی کے ساتھ سیکھ لیا تھا۔ وہ طبع
انسانی کو سمجھنے کی پوری صلاحیت حاصل کر چکی تھی۔ اور اس کے اندر ذاتی اعتماد
کا مادہ اتنا ترقی پذیر ہو گیا تھا کہ بعد ازاں زمانہ جنگ میں جب اس کا شوہر
دفعتاً صاحبِ فراش ہو گیا۔ نیز اس کے بعد اس کے زمانہ صدارت میں اُسے
کئی ذمہ داریوں کے کام سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ اور اس نے ان کاموں کو نہایت
خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کیا۔ اُس وقت یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوئی کہ
فرینکلن نے ایلینر کو اپنی رفیقہ حیات بنانے میں کتنی دوراندیشی کا ثبوت دیا تھا۔

جولائی ۱۹۱۸ء میں فرینکلن روزویلٹ کو ایک خفیہ مشن پر یورپ روانہ
کیا گیا۔ وہ ایک تباہ کن جہاز پر سوار ہو کر مختلف مقامات پر گیا۔ اور اس سیاحت
کے دوران میں بحیرۂ روم اور ساحل سکاٹ لینڈ پر پچاس کے قریب بحری
مستقر دیکھے۔ شاہ جارج پنجم آنجہانی سے بھی اس کو شرفِ ملاقات حاصل
ہوا۔ اور چونکہ ہز میجسٹی کی طرح فرینکلن کو شروع سے ہی بحری سیاحت کا شوق
تھا۔ اس لئے دونوں میں بڑے مزے کی باتیں ہوتی رہیں۔ کم و بیش پون گھنٹہ

وہ علیحدگی اور تنہائی میں شاہ جارج آنجہانی کے ساتھ مصروف گفتگو رہا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جب کمرہ سے باہر نکلا تو دیکھا اس کے بعض ہم جلیس اور حمیر کا ایک مصاحب پریشانی اور بے بسی کی نظروں سے ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے مطلب یہ ہے کہ انہیں اس نہ ختم ہونے والی گفتگو سے بے حد تعجب تھا۔

لیکن یورپ سے واپس آتے ہوئے اس کو رستہ میں نمونیہ کی شکایت ہو گئی اور ابھی اس خوف ناک مرض سے بمشکل سنبھالا لیا تھا۔ کہ متعدی زکام کا دورہ ہوا۔ جس کا اُس زمانہ میں واشنگٹن میں بہت زور تھا۔ اس کے باوجود بھی خرابی صحت اور ناتوانی بدن کو نظر انداز کر کے اس نے عہدہ سے مستعفی ہو کر اس کی بحری فوج میں شرکت کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ صلح کی افواہیں پھیلنی شروع ہو گئیں۔ امید ہے ہم کے ان بھیانک دنوں میں جبکہ واشنگٹن کے بیشتر شفاخانے نہ صرف مریضانِ جنگ بلکہ مریضانِ وبا سے بھرے پڑے تھے۔ ایلینر روزویلٹ نے اپنی زبردست ہمت اور استقلال کا ثبوت کئی موقعوں پر دیا۔ یہ اسی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اس کے پانچ بچے۔ شوہر اور تین نوکر جو بیمار پڑے تھے۔ سب کے سب صحت یاب ہو گئے۔ اتنا ہی نہیں جب وہ دیکھتی کہ گھر کے مریض آرام سے پڑے ہوئے ہیں۔ تو موٹر پر سوار ہو کر ریڈ کراس ہسپتال میں پہنچتی۔ جہاں اس کا فرض بہم رسانی خوراک کے علاوہ مریضوں کے دل بہلانے کا سامان کرنا تھا۔ یکایک ۷ نومبر کو خبر مشہور ہوئی کہ عارضی صلح طے ہو گئی ہے پھر فوراً اس کی تردید ہوئی۔ لیکن انجام کار چار دن کی نہ ختم ہونے والی فکر و تشویش کے بعد اس کی تصدیق ہو گئی۔ اس طرح بیماری سے صحت پا کر فرینکلن کو معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں عملی حصہ لینے کے

متعلق اس کی آرزوئیں پوری نہ ہو سکیں گی ؏

صلح نامہ پر دستخط ہو چکے تو فرینکلن روزویلٹ کو معاملات بحری کی بکھری ہوئی تفصیلات طے کرنے کے لئے پھر سفر پر جانا پڑا۔ لیکن چونکہ اس کی بیماری کے اثرات ابھی باقی چلے جاتے تھے۔ اس لئے ایلینر نے ایک غم خوار و وفادار بیوی کی مانند اس کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں وہ عازم یورپ ہوئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ چار سال کی ہیبت ناک جنگ نے اطراف و جوانب میں کتنی تباہی پھیلائی ہے۔ جبکہ وہ سفر میں ہی تھے۔ ان کو اطلاع پہنچی کہ نیویارک کے ایک ہسپتال میں تھیوڈور روزویلٹ کا انتقال ہو گیا۔ ہرچند فرینکلن کے خیالات معاملات سیاست و تدبیر میں اپنے اس بزرگ ہمشیرہ سے ہمیشہ مختلف رہے تھے۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ تھیوڈور کی مثال نے ہمیشہ اس کے دل پر گہرا اثر کیا تھا چنانچہ اس کی موت کی سانحی خبر سنکر فرینکلن اور ایلینر دونوں کو بھاری صدمہ ہوا۔

جنگ کے ہیبت ناک اثرات سب سے زیادہ سرزمین فرانس میں نمایاں تھے۔ اب جو میاں بیوی پیرس کے رسیلا اور رنگین شہر میں پہنچے۔ تو کیا دیکھا کہ ہر جگہ سوگوار عورتیں کالے کپڑے پہنے کھڑی ہیں۔ کوئین سینٹ کونکس کمبرے اور اجابہز کے قریب جہاں توپوں کے ذخیرے جمع کئے گئے تھے۔ اور جابجا سلامت کوچے اور خندقیں چھوڑی گئی تھیں۔ آتش بازی نے ہر طرف بھیانک تباہی پیدا کر رکھی تھی۔ ہرچند عورتوں کو عام حالات میں ان دہشت خیز مناظر کو دیکھنے کی ممانعت تھی اور ایلینر کو ان ایام میں سردی لگنے سے تکلیف بھی پیدا ہو گئی۔ تاہم یہ بات اس کی اٹل ہمت اور استقلال پر دال ہے کہ اس نے فرینکلن کے پہلو بہ پہلو جنگ کے چھوڑے

ہوئے ان ہیبت ناک عجائب و نقائص کو موقعہ کھڑے ہو کر دیکھا۔

امریکہ کو واپس جاتے ہوئے انہیں اسی جہاز پر سفر کرنا پڑا۔ پریذیڈنٹ ولسن جس پر سوار تھا۔ اس تاریخی سفر کے موقعہ پر صدر امریکہ نے قوموں کی لیگ کے خیال کی عملی تفصیلات طے کیں اور پہلی مرتبہ فرینکلن روزویلٹ کو عالمگیر امن قائم کرنے کی اس شاندار تجویز کا علم ہوا۔ بعد ازاں ایک لنچ کی تقریب پر جب روزویلٹ اور اس کی بیوی صدر ولسن کے مہمان تھے۔ انہوں نے آخر اظہار کر دیا کہ لیگ کا امریکہ کے لئے عمل کے صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو وہ خود بھی جنگ کی شمولیت کرے یا ساری دنیا کو بدنظمی کا موقعہ دے۔ کیونکہ اس کا خیال تھا۔ کہ امریکہ پر ہی ساری دنیا کو سب سے زیادہ اعتماد ہے۔ اور آزمائش کے موقعہ پر اس کے پیچھے ہٹنے سے خطرناک نتائج پیدا ہونا لازم ہوگا۔ مسٹر فرینکلن نے اس خیال کو تہ دل سے پسند کیا۔ مگر جب یہ لوگ امریکہ پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ عام طور پر معاملات یورپ سے الگ تھلگ رہنے پر تلی ہوئی ہے۔ ہر شخص یہی کہتا تھا۔ کہ یورپ والے اپنے معاملات کو خود طے کرتے پھریں۔ ہمارا اُن سے کیا واسطہ؟ چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ ولسن کی پیش کردہ تجویز پر ہر طرف سے حملے اور چوٹیں شروع ہو گئیں۔

انہی ایام میں ایک موقعہ پر صدر متعلقہ کی عارضی غیر حاضری کے باعث مسٹر فرینکلن روزویلٹ کو محکمہ کا انچارج بننا پڑا۔ اس سے فرینکلن اور پریذیڈنٹ امریکہ میں زیادہ گہرے تعلقات ہو گئے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں امریکن کانگرس اس تمام وعدہ بندی کی مخالفت کر رہی تھی۔ جو ڈاکٹر ولسن نے معاملات یورپ کے بارہ میں کئے تھے۔ اس لئے فرینکلن کی امداد بڑی موثر ثابت ہوئی۔ اس

نے دیکھا۔ کہ اس کا پولیٹکل لیڈر (ڈاکٹر ولسن) اس بات سے سخت مایوس و
ملول ہے۔ کہ بیشتر امریکن فلاح عامہ کے وسائل سے کچھ بھی دلچسپی نہیں لیتے۔
اور خود غرضانہ اس تجویز کی مخالفت کر رہے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر ولسن کی رائے بلا شبہ
امن کا واحد ذریعہ تھی۔ اس زمانہ میں گو ڈاکٹر ولسن کو اصرار تھا کہ آئندہ انتخاب
میں ڈیموکریٹک امیدواروں کو اس سوال پر مقابلہ کرنا چاہئے۔ تاہم روزویلٹ
نے معلوم کیا کہ امریکہ کی مخالفت اتنی عام ہے کہ اس کے ہوتے انتخاب میں
کامیابی غیر ممکن ہوگی۔ عہدہ صدارت کا نیا انتخاب سنہ ۱۹۲۰ء کو ہونے والا تھا
ڈیموکریٹ پارٹی کی طرف سے کوکس اس عہدہ کا امیدوار بنا اور ماہ جولائی کو
مسٹر فرینکلن روزویلٹ کو نائب صدر کے عہدہ کے لئے نامزد کیا گیا۔

پبلک کی مخالفت کے پیش نظر یہ بات شروع سے ہی ظاہر ہو رہی تھی کہ
عورتوں کی لیگ کے سوال پر ان دونو امیدواروں کی کامیابی محال ہے۔ اور
جب انسان اس حقیقت کو جانتا ہو کہ وہ اس کام کے لئے لڑنا چاہتا ہے جس
میں بالکل جان نہیں تو اس کی وہ جدوجہد دردناک مایوسی کی صورت اختیار
کر لیتی ہے۔ تو بھی جو عزت اور تعظیم ولسن کے لئے ان دونوں کے دلوں میں تھی
اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ معاملہ کی کمزوریوں سے واقف
ہوتے ہوئے بھی انہوں نے محض اس کی دلجوئی کی خاطر کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ کوکس اور روزویلٹ اگر چاہتے تو ولسن کی تجاویز چھوڑ کر
آسانی سے کامیاب ہو سکتے تھے اور ایک بار کامیاب ہونے کے بعد ان کے
لئے اپنی مرضی منوا لینا زیادہ مشکل بھی نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن کچھ تو اپنی فطری

صداقت پسندی اور حق پژوہی کی وجہ سے اور کچھ ڈاکٹر ولسن کے پاس خاطر سے جو زمانہ عدالت میں بھی اسامات پر زور دیتا چلا جاتا تھا کہ پارٹی کی فتح و شکست کا فیصلہ اسی اقوام کی لیگ کے سوال پر ہی ہونا چاہیئے۔ دونوں نے اپنی اُمید فرسا مہم کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے بڑی زبردست تقریریں کیں سفر کی صعوبات سہنے میں بھی کوتاہی نہ کی مخالفوں سے ٹکرانے۔ دن رات کھڑے کریں کھانے وہ ملک کے طول و عرض میں پھر گئے۔ لیکن افسوس وہ انتہائی کوشش کے باوجود خلقت کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ہارڈنگ پریذیڈنٹ بنا اور کولج نائب صدر۔ جس وقت اس کی خبر فرینکلن روز ویلٹ کو ملی۔ تو اس نے محض اتنا کہا۔ "اگر ہم عالمگیر امن کے اصول پر جدوجہد کرتے ہوئے کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ تو یہی کہنا پڑے گا کہ دنیا کے انتظام میں ابھی کوئی بھاری نقص باقی ہے۔

بس اتنا کہا اور معاملہ کو گویا ہمیشہ کے لئے دل سے نکال دیا۔ چونکہ نئے انتخابات کے ساتھ محکمہ بحری میں اس کی خدمات کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اب اس نے پھر جا کر قانون کی پریکٹس شروع کر دی اور دو قابل ماہران قانون کے اشتراک سے ایمٹ مرون روزویلٹ کے نام سے ایک قانونی فرم کی بنیاد ڈالی ✣

پبلک خدمت گذاری کا عرصہ دس سال پورا ہو گیا۔ اور خیالات نے عارضی طور پر ایک جوہر نمایاں زندگی کو اس میدان سے علیحدہ کر دیا۔ جس میں اس کی قابلیتوں کے جوہر پوری طرح کھلنے والے تھے ✣

باب ۳

مشکلات میں ثابت قدمی

فرینکلن ڈی روز ویلٹ کی عمر اڑتیس سال کی ہو چکی تھی اور وہ عقل مالی اور صحتِ کامل کا مالک تھا۔ جب اس نے کارِ سرکار چھوڑ کر نجی کے طور پر وکالت شروع کی ہر چند عرصہ قلیل میں اس کو موافقت اور مخالفت کے گوناگوں اثرات سے گذرنا پڑا تھا۔ تو بھی اس کے تاب و تواں کی مانند اس کا حوصلہ بڑی طرح مضبوط تھا۔ بڑے سکون کے ساتھ اُس نے یہ حقیقت تسلیم کر لی تھی کہ بازِ مخالف کا مقابلہ کرنا اُس کے دائرہ اختیارات سے باہر ہے۔ جب تک بن پڑا۔ اس نے اپنے فرائض کو خوش تدبیری سے بجا لایا لیکن اب اِن حالات سے کنارہ کشی ہی بہتر تھی۔ جس عہدہ پر وہ خود مامور تھا۔ وہ اب کرنل تھیوڈور روزویلٹ کے ایک عزیز کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ جو ری پبلکن فریق کی طرف سے کام کرتا تھا۔

نیویارک میں رہتے ہوئے فرینکلن نے اپنا کام پوری تندہی سے شروع

کر دیا۔ چند ماہ کے بعد وہ ایک بیمہ کمپنی کا نائب صدر بنا۔ اور نیو یارک کے دفتر کا کام اس کے سپرد کر دیا گیا۔ اس نئی مصروفیت میں اس کو ایک خاص فائدہ یہ بھی حاصل ہو گیا کہ سابق کے مقابلہ میں اس کو زیادہ اوقاتِ فرصت ملنے لگے چنانچہ ملازمت سرکاری سے کنارہ کش ہونے کے بعد موسم گرما کی تعطیلات میں وہ پھر جزیرہ کیمپوبیلو کے دیہاتی مقام کی سیر کرنے چلا گیا۔

اس سے چند سال پہلے ان نواحات میں مرض فالج اُم الصبیان (بچوں کا فالج) وبائی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ مذکورہ میں بھی کچھ واردات ہوئی تھیں۔ لیکن کسی نے ان کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ اگست ۱۹۲۱ء میں مسز روزویلٹ نے ایک پارٹی کی تقریب پر بہت سے مہمانوں کو دعوت دی۔ فرینکلن کو کیمپوبیلو کے پُرفضا جزیرہ سے خاص دلبستگی تھی۔ وہ اس جگہ کشتی کھیلنے اور مچھلیاں پکڑ کر خوش ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح کے ایک موقعہ پر اس نے اور اس کے مہمانوں نے جنگل میں آگ لگی ہوئی دیکھی۔ اور سب کے سب ساحل پر اتر کر اس کو بجھانے چلے گئے۔ اس سے فارغ ہو کر فرینکلن کو تیراکی کی مشق کا شوق ہوا جزیرہ کے دوسری جانب تھائی سیورن نام کی ایک خوشنما جھیل واقع ہے جس کا مصفا پانی طفلانہ نغموں کے ساتھ حرکت کرتا ہے۔ اور وہ نیلی نیلی لہریں ساحلی زمین سے خوش فعلیاں کرتی ہوئی نہایت دلکش معلوم ہوتی ہے۔ وہ اس میں کچھ عرصہ نہاتا اور تیرتا رہا۔ پھر تیز دھوپ میں دوڑتا دوڑتا مکان پر گیا۔ نہانے کے گیلے کپڑے گلے میں ہی پہنے ہوتے وہ ڈاک کے خطوط دیکھنے بیٹھ گیا۔ جو اس عرصہ میں موصول ہو چکے تھے نتیجہ ان تمام بے احتیاطیوں کا یہ ہوا۔ کہ بدن کو سردی محسوس ہونے لگی۔

اس نے معمولی تکلیف سمجھ کر اُسے نظر انداز کر دیا اور سوچا ایک دن کے عرصہ میں حالت بہتر ہو جائیگی۔ لیکن دوسرے دن اس کی صحت نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ مسز روزویلٹ نے مہمانوں کو تو جیسے تیسے رخصت کیا۔ اور خود اس کی تیمارداری کرنے لگی۔ تین دن کے بعد پہلی مرتبہ یہ حقیقت واضح ہونی شروع ہوئی۔ کہ فرینکلن کی ٹانگوں کا نچلا حصہ مفلوج ہونے لگا ہے۔ اس کو تیز بخار ہو گیا اور مقامی ڈاکٹر مرض کی تشخیص سے قاصر رہے۔ آخر نیو پورٹ سے ڈاکٹر لوویٹ کو بلایا گیا۔ جو فالج (الصبیان) کی خطرناک بیماری کا ماہر تھا۔ اس نے بغور معائنہ کرنے کے بعد یہی رائے دی کہ فرینکلن پر یہی موذی مرض حملہ آور ہوا ہے۔

اب تک اس کی زندگی ہر طرح کے تفکرات کے بغیر راحت و آسودگی میں بسر ہوئی تھی۔ اب یہ پہلا مہیب ناک صدمہ اس کو جھیلنا پڑا۔ اس مرض کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کولھوں سے لے کر نیچے تک بدن کا زیریں حصہ سُن ہو گیا۔ مقامی علاج غیر ممکن تھا۔ اس لئے فرینکلن روزویلٹ کو نیو یارک لے جایا گیا۔ اور اس جگہ آتی سردیوں میں اس کے بدن کا مفلوج حصہ پلاسٹر میں باندھ کر رکھا گیا۔ زمانہ کی نیرنگی دیکھئے۔ کہ وہ جو ہر طرح صحت ور اور توانا، شباب کی ساری طاقتیں اپنے بدن کے اندر رکھتا تھا۔ ایک رات رات کے عرصہ میں بے بس اور بیکس ہو گیا۔

شروع کے چند مہینے جس اندوہ و ملال میں بسر ہوتے اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات فرینکلن کی ہمت و استقلال کے حق میں کہنی پڑتی ہے کہ اس نے ہر قسم کی تکالیف کو صبر و خاموشی کے ساتھ کسی فریاد و خروش کے بغیر برداشت کی۔ حیرت انگیز قوتِ ارادی سے کام لے کر اُس نے

مرض سے اس طرح کا زوردار مقابلہ شروع کر دیا۔ گویا وہ اس کا کوئی جاندار دشمن ہو۔ اس کی طبیعت اتنی زیادہ پُر اُمید واقع ہوئی تھی۔ کہ اول سے آخر تک کبھی اس کے دل میں مرض کو انجام کار مغلوب کر لینے کے سوال پر شک و شبہ پیدا نہیں ہوا۔ ان ایام میں کئی مرتبہ ایک خاص فقرہ اس نے کہا تھا۔ جو عوام میں غیر معمولی طور پر مشہور ہو گیا ہے۔ وہ فقرہ یہ تھا "میں لوگوں کی زبانی یہ سن کر حیرت زدہ ہو جاتا ہوں کہ ایک بالغ مرد بچوں کی بیماری پر غالب نہیں آ سکتا۔" شروع سے ہی اس کا یہ رویہ رہا اور چونکہ وہ اپنے آپ کو مرض کے رحم پر چھوڑ دینا نہ چاہتا تھا اس لیے جہاں تک ممکن ہو سکا تکلیف کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کے علاج میں کبھی صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

واقعات سے پایا جاتا ہے کہ ان ایام میں فرینکلن کی ماں سے زیادہ اس کی بیوی ایلینر نے تہ دل کی مدد سے اس کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اس کی ماں مسز جیمز روزویلٹ تو اس خیال کی بیداری کے ساتھ منزل میں پہنچ چکی تھی۔ کہ اب اس کا بیٹا پوری طرح صحت یاب ہونے سے رہا۔ اُس کا مشورہ ہر حال میں یہی ہوتا تھا۔ کہ تم جہاں تک ممکن ہو نقل و حرکت کی کوشش نہ کرو۔ اور دریائے ہڈسن کے کنارے ہائیڈ پارک والے مکان میں آرام کی زندگی بسر کرنا شروع کرو۔ لیکن ایلینر اس کے مقابلہ میں اسباب کے لئے کوشاں رہتی کہ اس کا شوہر پھر اپنی اصلی حالت پر آ جائے اور نیو یارک کی سکونت چھوڑنا یا سیاسیات میں برہمی پیدا کرنا نہ چاہتی تھی۔ اور اس خیال کو تو وہ بھولے سے بھی دل میں جگہ نہ دیتی تھی کہ اس کا شوہر اب کبھی اصلی حالت پر نہ آئیگا۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ اس کے دل میں

شدید اختلاف رائے پیدا ہوا۔ ایلینر پر فرض کا دوگونہ بار پڑا۔ ایک مریض کی خدمت گذاری۔ دوسرے اپنی ساس کی نیک دلانہ لیکن خطرناک مخالفت کا مقابلہ ادھر بچے جوان ہونے لگے تھے۔ ان کا سوال ایلینر کو الگ پریشان کر رہا تھا۔ جس مکان میں یہ لوگ رہتے تھے۔ اس میں گنجائش کم اور آبادی زیادہ تھی۔ بارہا ساس بہو اور ڈاکٹروں کے درمیان یہ سوال زیر بحث آتا تھا کہ باقی ساری باتیں چھوڑ کر فرینکلن کی ترقی صحت کا خیال کرنا چاہیئے۔

ان پریشان کن حالات میں اکثر دوست اور رشتہ دار بیوفائی اور کج ادائی کرنے لگے تھے ایک شخص ایسا تھا جو ایلینر کے خیالات کی حمایت کرتا ہوا اس کو تلقین کو کبھی کمزور نہ ہونے دیتا تھا کہ اگر پوری کوشش سے کام لیا جائے تو فرینکلن کو اصلی حالت پر لایا جا سکتا ہے۔ یہ شخص لوئیس میک ہنری ہاؤ نام کا ایک سابق اخبار نویس تھا۔ جو فرینکلن کے سینیٹ کی ممبری کے زمانہ میں اس کا گہرا دوست بن گیا تھا۔ اور جس کی دوستی نے رفتہ رفتہ اتنی استواری حاصل کی تھی۔ کہ جب فرینکلن کیمپو بیلو میں بیمار ہوا۔ تو وہ سب کام دھندا چھوڑ کر ہر وقت مریض کے پاس رہنے کے لئے اسی کے مکان پر آگیا تھا۔ اس شخص لوئیس ہاؤ کا پختہ اعتقاد تھا کہ فرینکلن کی قسمت میں ملک کی خدمت گذاری لکھی ہے۔ پس وہ اس کی بیماری سے مایوس نہ ہوا بلکہ آنے والے زمانہ کے متعلق بڑی بڑی امیدیں دل میں رکھتے ہوئے اپاہج فرینکلن کو سیاسی حالات کی رفتار سے ساتھ ساتھ واقف کرتا جاتا تھا۔ اسی کی تحریک پر ایلینر نے بھی پبلک کاموں کا کچھ حصّہ اپنے ذمہ لینا منظور کیا اور آتی گرمیوں میں عورتوں کی ٹریڈ یونین لیگ کی رکنیت قبول کی۔ رفتہ رفتہ کئی سرکاری اشخ

اس جب جاب کام کرنے والی عورت کے ذمّہ پڑ گئے۔ رسم وفا اور آداب محبّت
کو پورا فرض سمجھتے ہوئے ایک پل کے لئے بھی اپنے جوان ہوتے ہوئے بچوں،
یا کمزور مستقل المرض شوہر کی خدمت سے پہلو تہی نہ کرتی تھی۔ فرینکلن کی خاطر
سے اس نے پہلے سے بعد بڑی بڑی آسامیاں قبول کیں۔ حتیٰ کہ ایک زمانہ میں اس کو
ریاست کی ڈیموکریٹک عورتوں کی تنظیم اور ان کے انتخابات کی تیاری کا فرض بھی
سرانجام دینا پڑا۔ اس اثنا میں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے فرینکلن کو مختلف
امور سیاست سے واقف اور باخبر رکھا رہتا تھا۔ آدمی کی زبردست قوت ارادی
کی قوت سے اس کی بدنی کمزوری پر غالب آ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک
واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ روزی ہوتی اور دوست کے مستحکم ہمارت اور خطرناک
بات کا عزم مصمم رکھنے کی وجہ سے کہ میں ضرور صحت حاصل کر کے رہوں گا۔ فرینکلن
رفتہ رفتہ اچھا ہونے لگا۔ اور اگلی گرمیوں تک اس قابل ہو گیا کہ بیساکھیاں بغل میں
لے کر چند قدم چل سکتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اپنی کوششوں کو بڑھاتا گیا۔ لیکن اس
حالت میں بھی تین سال سے پہلے وہ پوری طرح صحت یاب نہ ہو سکا۔

لیکن ہاتھ کی مدد سے اتنا معذور ہو گیا (کہ وہ اپنی) بیماری کے ابتدائی عرصہ میں
بھی بعض نیم سیاسی قسم کے کام کرنے لگا تھا۔ چنانچہ ان ایام میں وہ امریکہ کی مجلس
تعمیرات کا صدر، امریکن بحیبن کمیٹی کا چیئرمین اور بوائے سکاوٹ بنیادی تحریک
کا پردھان بن گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ۱۹۲۲ء میں اس نے آل سمتھ نامی ایک سیاست
دان کو جس کی قابلیتوں کا وہ ہمیشہ مداح رہا تھا۔ اس کام میں مدد دی کہ وہ ریاست
نیو یارک کی گورنری کے لئے جدوجہد کر سکے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نہ

فرینکلن روزویلٹ کو دوبارہ پبلک کے روبرو آنے میں دو سال کا عرصہ لگ گیا۔ اس دوران ایک دوست کے مشورہ سے اس کو اپنی بیماری کا مؤثر علاج معلوم ہوا۔ وہ جارجیا کی جنوبی ریاست کے گرم چشموں میں غسل لینے گیا۔ جس سے اس کی حالت اصلاح پذیر ہونی شروع ہو گئی۔ روزمرہ کی ورزش اور گرم پانی میں تیراکی کی ورزش نے اس کو اتنا چاق و چوبند بنا دیا کہ ۱۹۲۴ء میں اس نے صدارتی نامزدگی کے متعلق ال سمتھ کی مہم کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔ تب وہ پھر ایک مرتبہ پلیٹ فارم پر کھڑا ہو کر بولنے کے قابل ہوا اور اس نے چوک میڈیسن کے باغ میں سمتھ کے حق میں ایک زبردست تقریر کی۔ اور یہ تقریر سامعین کے دلوں پر نہایت گہرا اور دیرپا اثر پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

لیکن اس کے باوجود ڈیمو کریٹک کانونشن نے ال سمتھ کو نامزد نہ کیا۔ وہ خود بھی ناکام رہا۔ اور روزویلٹ کی پارٹی بھی کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ البتہ ال سمتھ پھر ایک بار ریاست نیویارک کا گورنر منتخب ہو گیا۔ فرینکلن نے اسی قدر فتح اپنے لئے کافی سمجھی اور دوبارہ عزلت نشین ہو گیا۔ اب گو اس کی جسمانی حالت بہت کچھ اصلاح پذیر ہو چکی تھی۔ تاہم ٹانگیں پوری طرح کام نہ کرتی تھیں۔ اور سیاسی کاموں میں حصہ لینے کے قابل ہونے سے پیشتر ابھی بہت سا وقت تلاش صحت پر صرف کرنے کی حاجت تھی۔ اس اثنا میں ال سمتھ کے ساتھ اس کے تعلقات بدستور قریبی رہے۔ اس کے چار سال بعد وہ پھر صدارت کے لئے نامزد ہوا۔ روزویلٹ نے اس کی زوردار حمایت کی۔ اور سمتھ کی اپنی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ اس کی جگہ ریاست نیویارک کا گورنر بنے۔ لیکن فرینکلن روزویلٹ کو امید تھی

بلنے میں بہت کچھ نامل تھا۔ ان ایام میں وہ ہر سال جنوری جارجیا کے گرم چشموں
میں غسل لینے جایا کرتا تھا۔ سیاسی معاملات میں سرگرمی سے حصہ لینے کی نسبت
اس کی بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ اس کی دائیں ٹانگ صحیح طور پر کام کرنے لگے۔ کچھ تو
سالہا سال کی بیماری کا اثر کچھ کمزوری صحت کی حالت میں اب تک [illegible] جدوجہد
میں حصہ لینے کی خواہش کا نہ ہونا۔ غرض متفرق وجوہات سے اس نے تجویز کو نامنظور
کر دیا۔ ال سمتھ نے بہت زور دیا۔ اس نے ڈور سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے
روزویلٹ پر بہت زیادہ [illegible] ڈالا۔ حتیٰ کہ آخر الذکر کو مجبور ہو جانا پڑا۔

لیکن فرینکلن روزویلٹ کی فطرت میں یہ بات داخل تھی۔ کہ جب وہ کسی کام
کے لئے آمادہ ہوتا۔ تو اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے عزم مصمم سے پوری طرح کام
لیتا۔ نیم دلانہ کوشش کا وہ ہرگز قائل نہ تھا۔ آخر ۱۹۲۹ء کے سال تو ۴۷ سال کی
عمر میں سرگرمی اور پریشانی کے ایک عرصہ کے بعد اپنی [illegible] پر پوری
طرح غالب آکر فرینکلن روزویلٹ نیو یارک کا گورنر بن گیا۔ تقریباً دس سال تک زندگی سے
علیحدہ رہنے کے بعد اس نے پھر ایک مرتبہ میدان سیاست میں قدم رکھا اور [illegible]
ال سمتھ کو پھر ایک مرتبہ عہدہ صدارت کی کوشش میں ناکامی ہوئی۔ [illegible]
[illegible] اپنے فرائض درست کر [illegible] کبھی خوش اسلوبی سے [illegible]
تھا کام کرتے نہیں دیکھنے لگا۔ ریپبلکن فرقہ کا امیدوار ہوور امریکہ کا پریذیڈنٹ بن گیا۔ لیکن
فرینکلن روزویلٹ کے نیو یارک کا گورنر بننے سے ڈیموکریٹک پارٹی کے لئے ایک
نئے باب کا افتتاح ہو چکا تھا۔ کیونکہ سچ پوچھئے تو اس ابتدائی کامیابی کی بدولت ہی تو
اس کے چار سال بعد امریکہ کے اعلیٰ ترین پبلک عہدہ یعنی عہدہ صدارت پر [illegible] ہوا

باب ۴

گورنر کا عہدہ اور اصلاحات

نیویارک کا گورنر بننے سے پہلے فرینکلن روزویلٹ کی طرف سے کسی موقعہ پر ان غیر معمولی قابلیتوں کا اظہار نہ ہوا تھا۔ جن کی ضرورت ایک ایسے عہدہ دار کی حالت میں لازمی سمجھی گئی ہے۔

اس میں شک نہیں اس کا سابقہ مختصر پبلک زندگی کافی شاندار تھا۔ اس کی دنیاوی زندگی بھی ظاہر و باطن میں ہر طرح بے عیب تھی۔ اور وہ ہر منصب پر اپنے فرائض اطمینان بخش طریقہ پر سرانجام دیتا رہا تھا۔ ممبر سینیٹ کے طور پر اس نے ہر موقعہ پر ہمت و جرأت کا ثبوت دیا تھا۔ اور جتنا عرصہ محکمہ بحری کا نائب معتمد رہا۔ اس نے دوران جنگ میں امریکہ اور یورپ کے تعلقات باہمی کو بڑے تدبر اور دوراندیشی کے ساتھ نہایت اچھے حالات میں قائم رکھا۔ وہ ایک قابل و فصیح البیان مقرر تھا اور اس کی تقریریں

مستند اور زور دونوں باتیں پائی جاتی تھیں۔ یعنی ذاتی طور پر سب لوگ اُس کو لپسند کرتے تھے۔ ولسن کے ساتھ زندگی میں اس کے جو تعلقات رہے۔ اُن کے باعث لوگ ہمیشہ اس کی قدر کرتے رہے تھے۔ زیادہ تر اس زمانہ میں جب حالات کے زیر اثر اہلِ امریکہ کو یہ جاننے کا موقعہ ملا۔ کہ ولسن درحقیقت کوئی فرضی خواب دیکھنے والا بیوقوف نہ تھا۔ بلکہ ایمان داری کے ساتھ ایک اونچا آدرش قائم کرکے اس پر کاربند رہنا چاہتا تھا۔ یہ سب باتیں اس کو عوام الناس میں ہردلعزیز بنانے والی تھیں۔ اور سب کے آخر میں جو لمبی اور زوردار جدوجہد اس کو اپنی بیماری کے ساتھ کرنی پڑی تھی۔ اس کی بنا پر بھی وہ اس کی سیرت کی بلندی کے قائل ہو چکے تھے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ اس سے پہلے نہ کبھی اس کو انتظامی امور میں اپنی خاص قابلیت ظاہر کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ نہ کبھی اس قسم کا موقعہ پیش آیا تھا۔ کہ وہ کسی نہایت ضروری سوال کے متعلق فیصلہ کن رائے قائم کرسکتا۔ اتنا سب لوگ جانتے تھے۔ کہ وہ ایک اچھا گورنر ثابت ہوگا۔ لیکن اس پر عام خیال یہ تھا۔ کہ اُس کے عہد میں کوئی خاص انقلابی تبدیلیاں رونما ہونگی۔ اور اس کا عہد گویا ہے ایک اس طرح کا عہد سمجھا جائے گا۔ جس کے دوران میں گو کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آتا۔ تاہم کسی کو اس پر حرف گیری کرنے کا موقعہ بھی نہیں ملتا۔

یہ عام لوگوں کا خیال تھا۔ لیکن واقعات نے جلد ہی ثابت کرکے دکھا دیا کہ روزویلٹ نے وہ زمانہ جب وہ پس پشت رہ کر کام کرتا رہا تھا بیکار ضائع نہیں کیا۔ اس عرصہ میں اس نے اپنی قابلیتوں کی اچھی تہذیب و

وراثت کی تھی۔ اور انہیں اس دن کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ جب وہ جانتا تھا۔ کہ اُن سے کام لینے کا موقع ملے گا۔ اس دن کے لیے اس کو کافی لمبا انتظار کرنا پڑا اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس نے اس لمبے انتظار میں کسی موقعہ پر بھی صبر و شکیب کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ لیکن جلدی ہی ال سمتھ جیسے آدمی کو جو اس سے پہلے خود اس عہدہ پر تین دفعہ رہ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر حیرت ہونے لگی۔ کہ اس کا جانشین کس تیزی اور مستعدی سے کام کر سکتا ہے۔ کس طرح اپنی عقل و فراست سے وہ ہر طرح کے نشیب و فراز حالات سے گذرنا جانتا ہے۔ اور کس قدر آسانی کے ساتھ اُسے اِن انسٹی ٹیوشنوں میں تبدیلی کرنے کا ڈھنگ یاد ہے جو خود ال سمتھ نے قائم کیے تھے۔ اس پر یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ روزویلٹ کے اندر کوئی زبردست قوت پوشیدہ ہے۔ یعنی کوئی اس طرح کی تخریبی قوت جسے ابھی تکمیل کا موقعہ نہ ملا تھا۔ اور معاملاتِ حکومت میں وہ ہمیشہ اسی اصول پر کاربند رہتا ہے کہ اپنی رائے پر اچھی طرح غور کر سکے جو فیصلہ کے مطابق عمل کرنا ہی بہترین طریقہ ہے۔ کسی سے مشورہ کرنے یا نصیحت لینے کی حاجت نہیں۔ جو لوگ سالہا سال سے اس کے واقف تھے ان کو بھی یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ کس قدر تیزی کے ساتھ اس نے حاکمیت کی عادت پیدا کر لی۔ اور کس پھرتی و مستعدی سے اس نے اِن انتظامی نقائص کو کم از کم ایک حصہ کے اندر رفع کر کے دکھا دیا۔ جو ریاست نیو یارک کے حالات میں پائے جاتے تھے۔

زیادہ یہ خرابیاں اس ضلع کے مجلسی انسٹی ٹیوشنوں سے مخصوص تھیں۔

جیسا کہ نیاگرا کی صنعتیں بڑی بڑی مالدار جماعتوں کے ہاتھوں میں اس طرح آ چکی تھیں کہ کوئی دوسرا آدمی ان کو ان کی رضامندی کے بغیر حاصل نہ کر سکتا تھا اور ان لوگوں کو واحد مالکانہ حقوق حاصل ہونے کی وجہ سے من مانے نرخ قائم کرنے کا اختیار تھا۔ مثال کے طور پر آبی طاقت کی قیمت ضلع نیویارک میں کینیڈا کی نسبت دگنی تھی۔ اور کینیڈا میں اس کا انتظام سرکاری کمیٹیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ال سمتھ نے اپنے زمانہ میں اس بات کی کوشش تو ضرور کی تھی۔ کہ دریائے ہڈسن کی آبی طاقت میلن پارٹی سے واپس لے کر جو اسے اس کے پیشرو سے مل چکی تھی پھر عوام کے ہاتھوں میں دے دے۔ لیکن اسے اپنی کوششوں میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی تھی۔ مگر روزویلٹ نے برسر اقتدار آتے ہی صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ کسی کمیٹی کسی قانون ساز جماعت، یا افراد کے کسی مجموعہ کو اس بات کا اختیار حاصل نہیں ہے کہ کسی طرح کے تاوانوں کے عوض آبی حقوق کا ایک ذرہ یا ان کا حصہ بھی آج اور آئندہ دائمی طور پر کسی شخص خاص یا کسی کمپنی کے ہاتھ میں دینا منظور کرے۔ جن لوگوں کے پاس یہ اختیارات فی الحال موجود ہیں۔ وہ سچ پوچھئے تو حکومت کی اپنی طاقت کو چیلنج کر رہے ہیں۔ لیکن مخفی نہ رہنا چاہئے کہ ایسی کمپنیاں جو عام فائدہ کی چیزوں کا انتظام کرنے والی ہوں کسی حال میں ہماری آقا نہ بنیں۔ ان کو ہمارا خادم بننا لازم ہے"۔

یہ ایک بالکل ہی نیا خیال تھا۔ اور جب ایک مرتبہ یہ الفاظ گورنر روزویلٹ کے منہ سے نکلے۔ تو ان کی گونج امریکہ کے طول و عرض میں ہر طرف پھیل گئی۔ سب نے کہا۔ یہ آدمی ایسا ہے جو دولت مندوں کے اثر کی بھی پروا

نہیں کرتا۔ اس نے بے شک حوصلہ سے کام لے کر یہ بات واضح کر دی ہے۔ کہ چند مالکان زر کو اسبات کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ کہ ایک ایسی چیز کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھیں ساری قوم جس کی مالک ہے۔ قدرتی طور پر جن لوگوں کے ہاتھ میں اختیارات تھے۔ وہ اس چیلنج کو سن کر جوش میں بھر گئے۔ اُن کی طرف سے زبان درازی ہونی شروع ہوئی۔ کہ روزویلٹ انقلاب پسند ہے۔ اور وہ سرمایہ داری کے دیرینہ سسٹم کو تباہ و تاراج کرنا چاہتا ہے۔

کسی مصلح اور انقلاب پسند میں خط امتیازی کھینچنا ہمیشہ سخت مشکل ہوتا ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ کوئی ریفارمر طریق انقلاب کا مخالف ہو اور موجودہ نظام کی ترمیم کے ذریعہ سے لوگوں کی تکالیف دور کر دے۔ ممکن ہے وہ اس نظام کو مضبوط کر کے اس کو تاراج ہونے سے بچا لے۔ لیکن روزویلٹ خواہ ریفارمر تھا یا انقلاب پسند اس سوال سے قطع نظر ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ امریکہ میں آج بھی بہت سے ایسے آدمی موجود ہیں۔ جن کا خیال ہے کہ اگر ۱۹۳۳ء میں روزویلٹ کی طرف سے عظیم اصلاحات عمل میں نہ لائی جاتیں تو ملک کے اندر ایک بھاری تزلزل پیدا ہو جاتا۔ جو کچھ روزویلٹ نے کیا۔ وہ درحقیقت تمام انقلابی تحریکات کو تباہ کرنے کے لئے فتح کرنے والا تھا۔ یہی امر روزویلٹ کے مداحوں اور اس کے مخالفوں میں ہمیشہ بحث کا باب چلا آیا ہے ؛

مگر کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ کم از کم عملاً تو پبلک میں اکثر التعداد لوگوں نے اس کا پروگرام پسند کیا۔ اپنے عہد کے ابتدائی ۱۰ سال کے اندر اس نے موجودہ حالات کی اصلاح کے طور پر سوشل بیمہ۔ مزدوروں کی پنشن اور محتاج کاشتکاروں کی

امداد کے طریقے رائج کئے۔ کاشتکار ہی وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے بیس سال پیشتر اُسے ریاست نیویارک کی سینیٹ کا ممبر ہونے کے قابل بنایا تھا۔ اب گورنر بننے پر اُس نے ان لوگوں سے فوائد کا خاص خیال رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کاریگروں کی بہتری کے لئے آٹھ بنیادی اصول قائم کر دیئے۔ جن میں سب سے قابلِ ذکر یہ تھا کہ قانون کی نظروں میں آدمی کی محنت کوئی قابلِ تجارت شے نہ سمجھی جانی چاہیئے۔ بعض لوگوں نے اس کے ان اصولوں کا مقابلہ امریکہ کے ایک نامور سابق صدر لنکن کے اصولوں سے کیا ہے اور اُن کا بیان ہے۔ کہ روزویلٹ نے بھی ویسی ہی صفائی اور وضاحت کے ساتھ فتح نوع انسان کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس نے اپنے ضلع کے نظام تعزیرات کی اصلاح بھی محض اس اصول کی بنا پر کی کہ مجرم سے بدتر ہونے کی بجائے صحیح انسانی سیرت اختیار کر لیں۔ اور ان کے دلوں میں نظام کے خلاف نفرت کا احساس باقی نہ رہے۔ جس کے مطالبہ پر وہ اپنا اخلاق قربند ادا کرنے پر مجبور ہوئے (یعنی اُن کو سزایاب ہونا پڑتا)۔

اپنے عہدہ کے پہلے سال ۱۹۲۹ء میں اس نے ریڈیو کے ذریعہ تقریریں کر کے لوگوں سے براہِ راست میل جول کا نیا طریقہ رائج کیا۔ امریکہ میں وہ پہلا سیاست دان تھا جس نے مختصر دلچسپ اور مذاقیہ تقریروں کے ذریعہ سے اعداد و شمار کی بھرمار کے بغیر شستہ کہانی کی موزوں اور مناسب آمیزش کے ساتھ۔ جیسے امریکہ کے بسنے والے بہت پسند کرتے ہیں۔ لوگوں کی معلومات میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ شروع سے ہی اس کا دستور تھا کہ عوام کے ساتھ بات

چیت کرتے ہوئے نہ کسی طرح کی سختی اور نہ تکلف سے کام لینا۔ اور اسی طرح کی سادہ زبان استعمال کرتا جس کو سب لوگ بخوبی سمجھ لیں۔ موسم گرما میں اپنی علالت کے باوجود اس نے سارے ضلع کے طول و عرض میں صرف اس لئے دورہ کیا کہ ان لوگوں کے سامنے جن پر اس کی حکومت تھی نہایت بے تکلفی سے شخصی تعلقات پیدا ہو جائیں۔ اپنے دورہ میں اس نے اپنے حامیوں اور مخالفوں کے ساتھ پیش آنے کے نئے نئے طریقے اختراع کئے۔ انتہا یہ ہے کہ جو لوگ اس کے مخالف تھے۔ ان کو بھی اس کی ذات سے اتنا گہرا لگاؤ ہو گیا۔ کہ سوموار کی رات کو وہ ضرور اس کی ڈنر پارٹی میں شریک ہوا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں روزویلٹ کا معمول تھا۔ کہ وہ ایک ری پبلکن زنانہ کمیٹی کی عورتوں کو بھی ضرور مدعو کرتا۔ اس وقت جب چائے تقسیم ہو رہی ہوتی سیکٹر سنیکلن تریق مخالف کی جانیوں کے ساتھ اہم ترمعاملات ریاست پر تبادلہ خیالات کرنے لگتا۔ اور ان کی انجام دی ہوئی سوشل امداد کا ذکر شکریہ گذاری کے پیرایہ میں کیا کرتا تھا۔ استقلال اور تابعی کی اس حکومتِ عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اسمبلی کے مستقر میں صحیح اور موثر فضا پیدا کر لی۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود بڑے بڑے ماہران اقتصادیات اس کے ارادوں اور اختیار کردہ ترکیبوں کو پسندیدگی کی نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔ روزویلٹ کا قاعدہ تھا۔ کہ وہ حد سے زیادہ مالدار شخصوں اور ان کے منافع کے ساتھ بڑی حد تک سختی اور بےرحمی کا سلوک کرتا۔ اس نے اپنی گورنمنٹ کا اصول بنا لیا تھا کہ سب سے زیادہ توجہ سوسائٹی کے طبقہ زیریں کے معاملات پر دی جائے۔ چنانچہ اس نے کئی موقعوں پر کھلم کھلا

یہ بات کہی۔ کہ ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ان مردوں۔ یا عورتوں کو جو معقول طریقہ پر گذارہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایسا نہیں کر سکتے۔ فاقہ کشی یا احتیاج کی تکالیف سے نہ گذرنا پڑے" روزویلٹ کی طرف سے اصلاحات کی یہ ابتدا نہایت موقت ثابت ہوئی۔ ۱۹۲۹ء میں امریکہ کی اقتصادی حالت بگڑنی شروع ہو گئی۔ ۱۹ اکتوبر کے بعد قوم کے لئے مشکلات کا سامنا ہوا۔ ہوا زننہ رفتہ حالت زیادہ نازک ہوتی چلی گئی اور بیکاروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی امداد کے لئے ضروری تدابیر عمل میں لانا لازم ہوا۔ پریزیڈنٹ ہوور نے اپنے مقام وائٹ ہوس سے باشندگان امریکہ کے نام پُر اُمید پیغامات بھیجے۔ لیکن ساہوکار عام طور پر کھوٹے روپیہ کے پیچھے کھرا روپیہ ضائع کرنے کی حکمت عملی پر کاربند تھے۔ گورنر روزویلٹ کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ دیوالہ کی بڑھتی ہوئی لہر کو روکا جائے۔ جہاں کہیں اس کو کاروباری حالات میں خطرات نظر آتے وہ اُن کی تحقیقات کرتا۔ مال کو غیر معمولی مقدار میں تیار کر کے منڈیاں بھر دینے کے طریقہ کو روکتا اور جہاں کہیں اس کو دخل اندازی کا موقع ملتا۔ کفایت شعارانہ طریقوں کے آغاز سے نہ جھجکتا۔ واشنگٹن کی صدر حکومت سے شہ پاکر مالکان کارخانجات بڑے جوش کے عالم میں کہنے لگے۔ کہ کسی انتظامی حکومت کو لوگوں کے نجی معاملات میں دخل انداز ہونے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ ہر طرف سے آزادی کا غلغلہ بلند ہونے لگا۔ لگاتار چار سال باشندگان امریکہ مالی آزادی کے نام پر اندھا دُھند روپیہ برباد کرتے رہے۔ حالانکہ جو چیز اُن کو تحت الثریٰ میں گرنے سے

بچا سکتی تھی۔ وہ منضبط انتظام اور باقاعدگی تھی - عام حالات میں باضابطہ کفایت شعاری سے جو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان کے متعلق روپوشی ہونا غیر ممکن ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اشد ضرورت کے اوقات میں پرائیویٹ نفع بازی ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ شاید یہ ہوورکا ہی اصول تھا۔ کہ دشمن کے خلاف اس وقت تک ہتھیار نہ اٹھائے گئے۔ حتیٰ کہ معاملہ بعد الیقینت ہو گیا۔ خصوصاً گو اگر ماہران اقتصادیات نے نہ بھی محسوس کیا ہو تو کم از کم عوام نے ضرور محسوس کر لیا تھا۔ کیونکہ دو سال کے بعد جب روزویلٹ دوبارہ انتخاب کے لئے کھڑا ہوا تو اس کو غیر معمولی کثرت رائے کے ساتھ منتخب کر لیا گیا اس کی فتح اس طرح کے امریکن انتخابات کی تاریخ میں سب سے زیادہ شاندار تھی۔ یعنی ۷ لاکھ ۲۵ ہزار ووٹ اس کے حق میں نکلے۔ جس کے معنی یہ تھے۔ کہ باشندگان نیویارک نے اس کی اصلاحات میں پورا اعتماد ظاہر کیا تھا۔

اپنی افتتاحی تقریر میں روزویلٹ نے یہ بات واضح کی کہ اس کی رائے میں کس مدبر کو سرکاری اختیارات کس حد تک عمل میں لانا چاہئیں اس سے کچھ عرصہ پیشتر ایک نامور اخبار نویس نے اس کو ایک خط کے دوران میں لکھا تھا کہ لوکل گورنمنٹ کے سارے انتظامات شکست و ریخت ہو چکے ہیں۔ اس لئے آپ کو بحیثیت گورنر ان اہلکاروں کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لینے چاہئیں۔ جن کو مختلف جماعتیں منتخب کرتی ہیں۔ اخبار نویس مذکور نے آخر میں لکھا تھا کہ اگر آپ ایسا نہ کریں گے۔ تو دوسری انتہائی

صورت بھی باقی رہ جائیگی۔ کہ فوج کو بلا کر مارشل لاء جاری کر دیا جائے۔ یہ درخواست جو اِن حالات سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ جو تین سال بعد وسطِ یورپ میں پیش آئے۔ اُن پر بحث کرتے ہوئے روزویلٹ نے لکھا تھا۔ کہ یہ چِٹھی اس خطرناک رجحان کی ایک مثال ہے۔ جس کے مطابق اکثر لوگ امریکن ڈیموکریسی کے اس بنیادی اصول کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کسی خاص جماعت کا بہترین اصول ہے۔ کہ وہ اپنے معاملات کا انتظام خود کرلے۔ مختلف اختیارات کو ایک مرکز پر جمع کر کے اُن کو سرکاری عمارت کی چوٹی تک لے جانا ہمارے نظام کے خلاف ہے اور یہ طریقہ ڈکٹیٹروں یا اشتراکی حکومتوں کی مرکزی کمیٹی کے طریقِ عمل کے زیادہ حسبِ حال ہے۔

اس کے باوجود مقامِ حیرت ہے۔ کہ امریکہ میں آج بے شمار آدمی یہ آوازے بلند کر رہے ہیں کہ فرینکلن روزویلٹ نے ڈکٹیٹروں جیسے اختیارات حاصل کر رکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ایسے شخصوں کو اسبات کا کچھ زیادہ تجربہ نہیں۔ کہ ڈکٹیٹری دراصل کیا چیز ہے۔ ایسے لوگوں کے خیالات اصل حقیقت کے بالکل ہی خلاف ہیں۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ فرینکلن روزویلٹ نے ریاست نیو یارک کا گورنر بنتے ہی ہر ایک ذمہ وار عہدہ ایسے شخصوں میں تقسیم کردیا جو اپنے اپنے فن کے ماہر تھے۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ جب وہ آخرکار عہدہ صدارت پر مامور ہوا تو اس موقعہ پر بھی اس نے اسی اصول کو برتا تھا۔ ایک بڑی خوبی اس کے عہدِ حکومت کی یہ ہے کہ اس نے قانون سازی میں کبھی کوئی خدمت اس وقت تک داخل

نہ کی۔ حتیٰ کہ کانگریس کی منظوری حاصل نہ کر لی۔ فی الحقیقت کانگریس کی منظوری کے بغیر اس نے اپنی ذاتی رائے سے کبھی کوئی کام معلق نہ کیا۔ اگرچہ زمانۂ بعید میں اس کو صدر امریکہ کی حیثیت میں کئی خاص تدابیر عمل میں لانی بھی پڑیں۔ تو صرف اسی طرح کے موقعوں پر کیا گیا۔ جب کوئی اشد ضروری معاملہ درپیش تھا اور جسے عام قانون سازی کے ذریعہ طے نہ کیا جا سکتا تھا

جب نیو یارک کے گورنر کی حیثیت میں اس کے عہدہ کی میعاد ختم ہو گئی۔ تو ان دنوں عہدہ صدارت کے لئے نامزدگیاں ہو رہی تھیں سب جانتے تھے۔ کہ ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے روزویلٹ ایک نہایت ضروری امیدوار ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک مشکل یہ درپیش تھی۔ کہ اس عہدہ کے لئے امیدوار بننے کی صورت میں اُسے اپنے سابق دوست الؔ ؔ ڈ کے مقابلہ میں اترنا پڑتا تھا۔ سمتھ نے بیشتر عہدہ گورنری کے لئے روزویلٹ کی پوری طرح حمایت کی تھی۔ لیکن دوسری جانب یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت تھی۔ کہ روزویلٹ کی سیاسی شاگردی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ اب اس کو تجربہ کار آدمیوں کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کی حاجت باقی نہ رہی تھی۔ اضلاع متحدہ امریکہ کے سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والے ضلع کے حاکم کی حیثیت میں اس نے چار سال کے لمبے عرصہ میں خود اعتمادی کا کامل ثبوت دے کر تمام مہموں میں سرخروئی حاصل کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اس کا دوست لوئیس لیک ہنری ہاوٗ جو ال سمتھ سے اس کی رفاقت کا ہمیشہ مخالف تھا۔ اس بات پر زور دے رہا تھا کہ روزویلٹ کو ضرور عہدہ صدارت

کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے۔

ان سب پر مستزاد ایک مشکل اور بھی۔ انتخاب صدارت کے لیے جسمانی طور پر اچھی حالت میں قرار دیئے جانے سے پہلے ضروری تھا کہ ڈاکٹروں کی ایک کمیٹی امیدوار کا طبی معائنہ کرے۔ یہ عمل اس میں تنگ۔ ہمیں تذلیل کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ لیکن مجبوری تھی۔ بہرحال ڈاکٹروں کی کمیٹی نے ہر طرح معائنہ کرنے کے بعد یہی فیصلہ صادر کیا کہ فرینکلن روزویلٹ میں فرائض منصب صدارت ادا کرنے کی ہر طرح قابل ہے۔ اور اس میں ذہنی قوت اور طاقت جسمانی پائی جاتی ہے کہ وہ عہدہ کی مصروفیتوں کو بوجہ احسن پورا کر سکے گا۔ بعد ازآں جب اس نے انتخابی مہم میں حصہ لینا شروع کیا تو اس نے ان کا عملی ثبوت پیش کر کے دکھا دیا کہ گذشتہ بیماری نے اس کے اندر کوئی جسمانی یا ذہنی فتور پیدا نہیں کیا۔ اس نے بڑے زور اور دھڑلے سے انتخابی مہم کی تقریریں شروع کیں۔ اس موقعہ پر اس نے بھی زیادہ ہمت اور جرأت سے کام لیا۔ جس کا ثبوت اس نے پیشتر اس زمانہ میں دیا تھا۔ جب اس کی عمر صرف اٹھائیس سال کی تھی۔ ان ایام میں صرف ایک موقعہ پر اس نے اپنی بیماری کا ذکر ان لفظوں میں کیا "صاحبان! دیکھ لیجئے۔ وہ مرد بیمار آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ جس کے خلاف اس کے مخالف سب کچھ کہتے چلے آئے ہیں۔ میں نے صرف آج کے دن میں بندرہ تقریریں کی ہیں۔ اور یہ جو آپ کے روبرو کر رہا ہوں سولہویں ہے اگر ایسا آدمی جو اتنی کد و کاوش کر سکتا ہو۔ بیمار کہلا سکتا ہے۔ تو پھر آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ آپ دینا چاہیں قائم کریں۔ اتنا سننے کے بعد لوگوں کے

مخالف قدرتی طور پر لاجواب ہو گئے ۔

ہر چند کہ روزویلٹ کی انتخابی مہم کی تہ میں سب سے زیادہ ہاؤس کا ہاتھ کام کرتا تھا۔ تاہم کئی آدمی اور بھی تھے۔ جنہوں نے اس موقعہ پر ثابت قدمی اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اگر ان کی دانائی اور کارروائی شامل حال نہ ہوتی۔ تو شاید اس قدر جلد فیصلہ کن نتائج حاصل نہ ہو سکتے ۔

امریکن پبلک ایسے شخصوں کی تقریریں سنکر بہت خوش ہوتی ہے۔ جن میں زور کے ساتھ بولنے کی طاقت کے علاوہ حاضر جوابی، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی سے اوصاف موجود ہوں۔ ایسا ہی مقرر فارلے نام کا ایک آدمی تھا۔ وہ ال سمتھ کے معتقدوں میں سے ایک تھا۔ لیکن بعد ازاں حالات کے پیش نظر اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ روزویلٹ ہی ایک ایسا آدمی ہے جو امریکہ کو تفکرات و تردد ات کے موجودہ ابتلا سے صحیح سلامت نکال سکتا ہے۔ چونکہ اس شخص فارلے کو ڈیموکریٹک پارٹی میں نمایاں درجہ حاصل تھا۔ اس لئے اس کی امداد بہت مفید اور مؤثر ثابت ہوئی ۔

روزویلٹ کے دوستوں میں ایک اور قابل ذکر نام روزمین تھا۔ جس نے اپنے اثر سے سائنس دانوں کی ایک جماعت اس کے گرد جمع کر دی تھی۔ ہفتہ میں دوبار روزویلٹ کے مکان پر جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر ایک ماہر فن مزدوروں اور کاشتکاروں کی امداد کے سوال بیمہ بیز بیمہ ساہوکارہ اور دوسرے معاملات کی نسبت اپنا اپنا مضمون پڑھ کر سناتا تھا۔ ان مضامین میں نہایت سبق آموز اعداد و شمار اور ہر ایک سوال کے تعلیمی پہلو اور

ہوتے تھے۔ یہی وہ ذریعہ تھا جس سے روزویلٹ نے اپنے عہدہ صدارت
کے ابتدائی چند سال کے اندر اپنے گرد ماہرانِ فن کی ایک جماعت فراہم کر لی تھی۔
اس موقعہ پر اظہار بیجا نہ ہوگا کہ وہ لامحدود سیاسی تعلقات جو انھوں نے فرینکلن
کی خاطر ملک کے ہر حصہ میں قائم کر لئے تھے فائدہ بخش ثابت ہوئے۔ ملک کے
طول و عرض میں دوستوں نے روزویلٹ کی امیدواری کی پُرزور حمایت کی لیکن
اس سلسلہ میں سب سے بڑھ کر مفید امداد وہ تھی جو کیلے فورنیا کے ڈیلی گیشن نے
اسے دی۔ روزویلٹ نے نیویارک میں رہتے ہوئے لاسلکی کے ذریعہ سے انتخابی
مہم کے سارے پہلوؤں سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔ یہ خبر پاتے ہی ہوائی جہاز
کے ذریعہ اپنی پارٹی کے روبرو تقریر کرنے شکاگو پہنچا۔ اور اس جگہ ایک زوردار
تقریر کے دوران میں اس نے کہا "میں باشندگانِ امریکہ سے وعدہ کرتا ہوں کہ
ایک بالکل ہی نئے سیاسی باب کا آغاز شروع کیا جائے گا۔ آپ اس کو ایک معمولی
انتخابی مہم نہ سمجھیں۔ یہ بالکل سیاسی عمل ہے۔ جیسے آغاز جنگ کے موقعہ پر لوگ
اسلحہ بندی کیا کرتے ہیں"۔ اس کی اٹل ہمت اور جوش کا کچھ اندازہ اس بات سے
کیا جا سکتا ہے کہ چار ماہ کے عرصہ میں اس نے سترہ ہزار میل کا دورہ کیا۔
اور کم و بیش ہزارہا موقعوں پر تقریریں کیں۔ ہر چند ملک کے اندر بیکاری اور
بے روزگاری نے عظیم خستگی پیدا کر دی تھی۔ تو بھی اس نے اپنے زور استقلال
سے کام لے کر اور نہ ختم ہونے والے جوش کے ساتھ کام کر کے لاتعداد لوگوں کو اپنا
ہم خیال بنا لیا۔ اپنی تقریروں میں اس نے سب سے زیادہ زوردار حملے ان
لوگوں پر کئے جو روپے سے بدترین طریقہ پر قمار بازی کرتے ہیں یعنی تجارتی

قمار بازی۔ اُس کے خلاف اُس نے انجیل سے نکال نکال کر صدہا حوالے پیش کیے۔ اس نے اپنی تقریروں میں اس بات پر زور دیا کہ روپے کما کر انبار لگانے والے درحقیقت قوم کے دشمن ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس روپے کی مدد سے بیکاری اور بے روزگاری کا خاتمہ کیا جائے۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں ان لوگوں کا سب سے زیادہ خیال رکھوں گا۔ جن کو دنیا جن کی پریشان حالی کی وجہ سے فراموش کر چکی ہے۔ چنانچہ جب اس نے کسانوں، مزدوروں اور بیکاروں کی امداد کے وعدے کرتے ہوئے انفرادی حقوق کے تحفظ کا عہد کیا تو لوگوں کی ہمدردی بے اختیار اس کے ساتھ ہو گئی۔

ان حالات میں سابقہ پریزیڈنٹ ہربرٹ ہوور کے لیے جس نے معاملات کی موجودہ حالت کے انسداد میں کچھ بھی حصہ نہ لیا تھا۔ انتخاب میں کامیابی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ امریکہ کی سب سے بڑی ضرورت نہ جمعیت اور فراخ بالی بلکہ راحت و آسودگی کی تھی۔ ملک اس طرح کے زمانہ باز اور دنیا دوست آدمیوں سے عاجز آچکا تھا۔ جنہوں نے سٹہ بازی کو روپے سے کھیلنے کی اجازت دے کر ملک کو مفلس اور کنگال کر دیا تھا۔ تباہی اور بدحالی کے دلدل میں پھنسے ہوئے لوگ روزویلٹ کو ایک اس طرح کا ایماندار، مستقل مزاج اور ذی اثر ہیرو سمجھنے لگے تھے۔ جو اپنی مرضی کے زور سے برباد شدہ خلقت کو خاک و درد سے اٹھا کر ایک مرتبہ بخت و دولت کی منزل تک پہنچا سکیگا۔ فی الحقیقت لوگ اس کی اپنی بیماری کو خلق عامہ کی مصیبت اور عسرت کا نمونہ سمجھنے لگے تھے۔ اُن کی نظروں میں وہ دلیری اور شجاعت جس سے کام

سے کہ اس نے اپنی مصیبتوں کو جھیلا تھا۔ ایک ایسی روشنی کی طرح تھی۔ جس کے
حلقہ اثر میں وہ ملک کے تمام باشندوں کو پہنچانا چاہتا تھا۔
آخر جب انتخابات ختم ہوئے تو پایا گیا کہ لوگوں کے ڈالے ہوئے ووٹوں کی
تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کبھی کسی سابق پریزیڈنٹ کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ فی الحقیقت
ملک کے ۴۸ اضلاع میں سے چوالیس اس کے ہم خیال پائے گئے۔ اس کا مطلب یہ
ہوا کہ لوگ خود اس کو دامن کشاں عہدہ صدارت کی طرف لا رہے تھے۔
اپنی کامیابی کی خوشی میں وہ بارہ سال کے لمبے عرصہ کے بعد تعطیل منانے
جزائر کیمپو بیلو گیا۔ یہی وہ جزیرہ تھا۔ جہاں ایک خوفناک بیماری نے اس کے
لئے ناقابل بیان تکالیف پیدا کی تھیں۔ لیکن اب یہیں وہ پھر ایک مرتبہ ایک کامیاب
فاتح کی حیثیت میں پہنچا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے اس نے ہر خیال
کے پروفیسروں۔ انجینئروں۔ وکیلوں۔ اخبار نویسوں اور تاجروں سے اس
سوال پر مشورہ لینا ضروری سمجھا کہ ملک کی بگڑی ہوئی فضا کیوں کر سنواری جا سکتی
ہے۔ اس طرح اپنے آپ کو ذہنی طور پر کام کرنے کے قابل بنا کر وہ اپنی جسمانی اصلاح
درستی کے لئے وقت کا کچھ حصہ گرم چشموں اور کھلے میدانوں میں بسر کرنے کیلئے چلا گیا
ہوور کیلئے اب کسی ایک فریق کی طرف سے بھی اشتراک کی امید باقی نہ رہی تھی۔ اوائل
موسم بہار میں اس کو سیاسی مسند سے نیچے اترنے پر مجبور ہونا پڑا۔
اس سے بہت عرصہ بعد اس زمانہ میں جب فرینکلن روزویلٹ کی عمر پانچ
سال کی تھی۔ تو اس کو پریزیڈنٹ کلیولینڈ کی زبانی ایک خاص فقرہ سننے کا اتفاق
ہوا تھا۔ اس نے اس موقعہ پر بچہ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ "میں ایک نصیحت کہیں

کرتا ہوں۔ جسے کبھی فراموش نہ کرنا اور وہ نصیحت یہ ہے۔ کہ خدا سے دعا کرتے رہنا کہ مجھے امریکہ کا صدر نہ بنائے۔ لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ہیچ نے یا تو کبھی اس قسم کی دعا کی ہی نہیں۔ یا اگر کی تو بارگاہ ایزدی میں اس کو ایجاب حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ ۴ مارچ ۱۹۳۳ء کو فرینکلن ڈی روزویلٹ برہنہ سر صدر امریکہ کے رہنے کے سیاہ کاری سکان وائٹ ہوس کی بالکونی پر کھڑا اس بے شمار خلقت کے روبرو تقریر کر رہا تھا جو اس کے عہد کا آغاز دیکھنے کو جمع ہوئی تھی۔ اس دن ریاست ڈیلاویر کے تمام بنک بند ہو گئے تھے۔ اور کئی اور بنکوں نے دیہات میں اپنے دروازے بند کر لئے تھے۔ ایک ممبر سینیٹ جو اس تقریب پر واشنگٹن آیا تھا۔ پولیس نے اس شک میں اس کی جامہ تلاشی لی تھی۔ کہ شاید جس چیز کو وہ سامانِ خوراک تصور کرتا ہے وہ کوئی بم ہو۔ جسے وہ جیب میں لئے پھر رہا ہو۔ جس وقت فرینکلن روزویلٹ وائیٹ ہوس کے برآمدے میں کھڑا ہو کر لوگوں کے روبرو تقریر کرنے لگا۔ تو عوام کے دل متواتر مصائب اور ہجوم افکار سے بیٹھے ہوئے اور چہرے نکبت وافلاس سے بے رونق دکھائی دیتے تھے۔ اس کہن جامہ و تنگ دست ہجوم کو مخاطب کرتے ہوئے روزویلٹ نے جو تقریر کی۔ اس کے بعض حصے ناقابل فراموش اہمیت حاصل کر چکے ہیں۔ اس نے کہا۔

مجھ کو پورا یقین ہے کہ حکام کی غفلت اور حالات کی نامساعدت سے اس عظیم الشان قوم کو جن مصائب سے گذرنا پڑا ہے۔ ان کا خاتمہ عنقریب ہو جائیگا اور وہ پھر ایک مرتبہ وقار و اقتدار حاصل کریگی۔ میں شروع میں ہی یہ بات کہ

دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہمیں اندیشوں سے بچنے کے لئے سب سے پہلے ہر قسم کے اندیشوں کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ ہماری موجودہ پریشانیاں کسی خاص ناکامیابی کا نتیجہ نہیں ہیں۔ خدانخواستہ ہماری فصلوں کو ٹڈی دل نے تباہ نہیں کر دیا۔ کوئی عالمگیر وبا بھی اس ناتوانگی و بیچارگی کی ذمہ وار نہیں ہے۔ ان مصائب سے مقابلہ کر کے دیکھئے جو ہمارے اسلاف کو درپیش تھیں۔ پھر یقیناً آپ کو معلوم ہوگا کہ ہماری حالت اس زمانہ کی نسبت لاکھ درجے بہتر ہے قدرت اب بھی اتنی ہی فیاض ہے۔ جتنی پہلے تھی۔ اور نسل انسانی نے اس میں اور زیادہ اضافہ کیا ہے۔ فراوانی ہمارے مکان کے دروازہ پر موجود ہے اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ تو اس کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ حکام نے اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور نااہلیت سے لوگوں کو اس لائق نہیں رہنے دیا۔ کہ وہ اس طرح کے سکون و اطمینان حاصل کر سکیں جس کی سب سے بڑھ کر ضرورت ہے مگر کوئی بات نہیں رہ ہے سے جوا کھیلنے والے مذہب کے مندر کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ اب ہم عہد قدیم کی صداقتوں کی مدد سے اس مندر کو از سر نو آباد کرنے اور اس میں ثروت و صداقت بسانے کی کوشش کریں گے ...»

باب ۵

وہ آدمی جس نے کر کے دکھایا

امریکہ کے باشندے ہر بات میں تخفیف کے عادی ہیں۔ وہ بڑے نہایت پیچیدہ مسایل کو بھی اختصار کی صورت دے کر ایک بالکل ہی نئی رنگت میں پیش کر دیتے ہیں۔ جب روزویلٹ وائٹ ہوس میں متمکن ہوا۔ تو امریکہ کی خستہ حال آبادی نے اس کے پروگرام کو تین آر کا پروگرام کہنا شروع کیا۔ یعنی ریکوری (بحالی)۔ ریفارم (اصلاح) اور ریلیف (امداد)۔

ان میں سے پہلی چیز کی سب سے اشد ضرورت تھی۔ اختیارات کی باگ ہاتھ میں لیتے ہی روزویلٹ نے فوری تدابیر اختیار کرنی شروع کیں۔ تو ادھر رسمی پریڈ ختم ہوئی۔ ادھر اس نے اپنے مشیران خوش تدبیر سے مل کر ساہوکارہ کے سوال پر بحث شروع کر دی۔ کیونکہ معاملے کا تاریک ترین پہلو یہی تھا۔ اس نے وزیر خزانہ اور سرکاری وکیل کو بلا کر انھیں تاکید کی۔ کہ کل کے پروگرام کے طور پر آپ کوئی ایسا آئینی طریقہ سوچیں۔ جس سے امریکہ کے سب بنک

بند کرنے پڑے جا سکیں ۔

یہ اس لئے ضروری سمجھا گیا۔ کہ معلوم ہو جائے کہ کون کون سے بنک دیوالیہ ہیں اور کن بنکوں نے اپنی خوشی سے کاروبار بند کیا ہے۔ اس میں یہ فائدہ مضمر تھا۔ کہ جب بنک دوبارہ کھلیں گے۔ تو مالی مشکلات کی شکایت باقی نہ رہے گی اس کے اگلے دن اتوار تھا۔ اس کی سہ پہر کو سرکاری وکیل سے مشورہ حاصل کرنے کے بعد نئی وزارت نے فیصلہ صادر کیا کہ کوئی بنک سوموار کی صبح کو دروازہ نہ کھولے۔ ایک ہفتہ لگاتار یہ حالت رہی کہ نہ کوئی شخص امریکہ میں روپیہ نکلوا سکتا تھا۔ نہ چیک بھنا سکتا تھا۔ امیر سے لے کر غریب تک ہر شخص کو یا تو کھانے کی چیزیں ادھار لینی پڑیں۔ یا کسی دوست سے نقدی مستعار لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس تدبیر سے یہ عظیم فائدہ حاصل ہوا۔ کہ ساری خلقت ایک پیمانہ پر آ گئی۔ ملک کے طول و عرض میں زمانہ جنگ کی سی سپرٹ پیدا ہو گئی۔ جو اس طرح کی خانگی مشکلات کے موقعہ پر نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔

یہ ہو چکا تو ۹ مارچ جمعرات کو کانگرس کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب کیا گیا۔ سوموار سے لے کر بدھوار تک صدر امریکہ اور اس کے سارے وزرا اپنے وقت کی تقسیم اس طرح کرتے رہے کہ کچھ عرصہ تو انہوں نے سرکاری فرائض کا چارج اپنے ذمہ لینے میں بسر کیا اور باقی ماندہ مالی مشکلات کے انسداد میں گذارا۔ روزویلٹ نے وزیر خزانہ۔ سرکاری وکیل۔ ممبران سینٹ وغیرہ کے ساتھ مل کر ایک فوری ضرورت کا قانون بنا رکھا

تیار کیا اور کانگرس کے رُوبرو پیش کر دیا۔ اس قانون کو کانگرس نے جمعرات کو پاس کر دیا۔ اور اسی رات صدر امریکہ کے اس پر دستخط بھی ہو گئے۔ اس کے معنی صریحاً یہ تھے۔ کہ گورنمنٹ حیرت انگیز تیزی رفتار کے ساتھ اب ان عمل میں قدم رکھنے لگی ہے۔

اس کے بعد چند یوم کے عرصہ میں کئی نہایت اہم قانون جن کے پاس ہونے میں عام طور پر ہفتے صرف ہو جاتے تھے دنوں میں پاس کر دیئے گئے۔ ۱۰ مارچ شکروار کو پریذیڈنٹ نے کانگرس میزانیہ کا توازن قائم کرنے کے لئے خاص اختیارات طلب کئے اور اس کے ایک گھنٹہ بعد دوسری درخواست یہ کی۔ کہ فیڈرل اہل کاروں اور اُن کہن سال فوجی کارکنوں کی تنخواہ اور پنشن میں کمی کی جائے۔ جنہوں نے کسی زمانہ میں خدمات انجام دی تھیں۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ فوجی سپاہیوں کے معاملہ میں جو تخفیف عمل میں لانی منظور تھی اس کا اثر جنگ یورپ کے زخمیوں پر نہ پڑتا تھا۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ بہت مدت پیشتر جنگ آزادی کے سلسلہ میں جو سپاہی مارے گئے تھے۔ ان کے بعض دُور کے رشتہ داروں کو اب تک پنشن ادا کی جاتی تھی۔ اور پریذیڈنٹ کی رائے میں یہ ایک لاحاصل خرچ تھا۔ اس سے اگلے روز گیارہ مارچ کو ایک قانون پاس کرانا چاہا۔ جس کی رُو سے ۵۰۰۰۰۰۰۰ کروڑ ڈالر بیکاروں کے لئے مخصوص کئے جانے تھے۔ ۱۲ مارچ اتوار کی رات کو اس نے بحیثیت پریذیڈنٹ ریڈیو پر عوام کے رُوبرو ایک مختصر سی تقریر کی۔ کیونکہ وہ محسوس کرتا تھا۔ کہ جو تدابیر اب تک عمل میں لائی گئی ہیں۔ ان کا

حال کچھ نہ کچھ عوام کو معلوم ہوتا رہنا چاہیئے۔ ادھر تو وہ وائٹ ہوس کے ایک کمرہ میں بیٹھا اپنی تقریر کا ایک مسودہ تیار کر رہا تھا۔ اور دوسرے حصہ میں مکان کی درستی کا عمل جاری تھا۔ روز ویلٹ نے اس عملے کو جو کام کر رہا تھا اپنے کمرے میں بلا کر جو تقریر اس نے اس رات لاسلکی پر کرنی تھی اُسے پڑھ کر سنا دی۔ ایک موقعہ پر جب کاریگر کے چہرے پر اس طرح کے آثار نمودار ہوئے جن سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ اس حصہ تقریر کا مطلب پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔ تو روز ویلٹ نے اس کے کہنے کے بغیر ہی لفظی ترمیم کر کے عبارت کو زیادہ آسان اور سہل بنا دیا۔ اس کے چند گھنٹے بعد جب اس نے تار برقی پر باشندگان امریکہ کے روبرو نیا ہو کارہ سسٹم کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا اور بتایا کہ وہ کونسی خاص وجوہات تھیں۔ جن سے سابقہ نظام میں برہمی پیدا ہوئی تھی اور اب کیونکہ اس نقص کو رفع کیا جا رہا ہے۔ کہ ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ ان کے خیالات کو سمجھ گیا۔ لوگوں نے اس کی اصلاحی کوششوں میں تہ دل سے حصّہ لیا۔ حتیٰ کہ جس سوموار کو بنک دوبارہ کھلنے تھے۔ بیشمار لوگ روپیہ جمع کرانے دوڑے دوڑے گئے۔ کیونکہ اُن کے دلوں میں پھر ایک بار اعتماد اور اطمینان پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اقتصادی تعمیر جدید کا لمبا و مشکل کام بالکل سہل ہو گیا۔

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ فوری ضرورت کی تدابیر اس کے بعد ترک کر دی گئیں۔ اسی سوموار کو روز ویلٹ نے کانگرس کے نام ایک نہایت مختصر پیغام بھیجا۔ جس میں کانگرس سے سفارش کی گئی تھی۔ کہ بیر شراب اور الکحل سے تیار

شدہ دوسری شرابوں کی فروخت کے متعلق جن کی باری از روئے آئین جائز تھی۔ قانون بنا دیا جائے۔ روز ویلٹ کا تقاضا تھا کہ یہ قانون ایسی شرابوں پر حاوی ہو۔ جن میں ۲ء۳ حصہ الکحل ہوتا ہے۔ لیکن ان اقاموں نے ڈرتے ڈرتے ایسی شرابوں کے متعلق منظوری دی۔ جن میں ۲ء۳ حصہ الکحل ہو اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد اس کو بھی موقوف کر دیا گیا۔ لیکن اس موقوفی اور منظوری کے جھگڑے سے قطع نظر اس میں کلام نہیں کہ شراب کی فروخت کے جواز یا عدم جواز کا جو سوال سالہا سال سے امریکہ کی دنیا میں بحث و تمحیص کا مرکز بنا ہوا تھا وہ جواز کی صورت میں طے ہو گیا۔ کانگرس کا اجلاس اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اور اس کا اعتماد اس حد تک بڑھا کہ جو رعایت پریزیڈنٹ کی طرف سے طلب کی جاتی۔ وہ فوراً منظور کی جاتی تھی خوشی کی لہر ملک کے ہر حصہ میں پھیلنے لگی۔ طبقہ بالا کے لوگ جن کو کسی خونی انقلاب کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس خیال سے اطمینان کا دم لینے لگے۔ کہ مطالبہ صرف چند مراعات کی خاطر ہے۔ غریبوں نے معلوم کر لیا کہ ان کی بہتری کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائی جا رہی ہے۔ چنانچہ ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے کے متعلق کوششیں عمل میں لانے کے بعد امدادی اور اصلاحی تدابیر عمل میں لانی شروع کی گئیں۔ جن میں سے بعض عارضی اور وقتی اور مدامی یا مستمراری تھی ؛

سب سے زیادہ کسانوں کی بہتری کا خیال رکھا گیا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ۴۰ فیصدی کھیت رہن پڑ چکے تھے۔ بیچ والے طبقہ کے

لوگ چھوڑ لے۔ درجہ کے زمینداروں سے من مانی کارروائیاں کرانے تھے۔
اور کھیتوں کی پیداوار کا بڑا حصہ انہی کے کام آتا تھا۔ پیداوار انکی زیادہ
بڑھ چلی تھی۔ کہ کاشتکار اپنے ہاتھوں اپنا ہی گلا گھونٹنے لگا تھا۔ اس خیال سے
کہ کاشتکاروں کی طاقت خرید بڑھا دی جائے۔ جس کے بعد ساری صنعتوں کا
چالو ہو جانا یقینی تھا۔ روزویلیٹ نے ایک نیا ضابطہ اگیری کلچرل ایڈجسٹمنٹ
ایڈمنسٹریشن کے نام سے جاری کیا۔ جس کا ترجمہ "دہقانی درستی کا قانون" ہو سکتا ہے
امریکہ والوں نے اپنی تخفیف پسندی سے اس کا نام "ٹرپل اے" رکھ لیا پہلے
ہی سال اس کا اثر یہ ہوا کہ روئی، گیہوں، مکئی، چاول اور تمباکو کے نرخ چڑھ
گئے۔ اس کے اگلے سال نہ صرف مویشی کی قیمت بڑھ گئی۔ بلکہ چوپڑ۔ لوبیا۔ رپر
سن اور شکر کی قیمتوں میں اضافہ ہونے لگا۔ اس مطلب کے لئے طریقہ
جو اختیار کیا گیا یہ تھا۔ کہ "ٹرپل اے" کی طرف سے جتنی پیداوار مقرر کی جاتی۔
اس سے زیادہ بڑھنے نہ دی جاتی۔ اس طریقہ پر ایک سال میں کاشتکار
کلوں کو بیز کھیتی باڑی کی باقی ضروریات کو انکی تعداد میں خریدنے کے
قابل ہو گئے۔ جتنی وہ اپنی ساری پیداوار سے نہ کر سکتے تھے۔ لیکن اس عمل میں
بعض نقص بھی پائے گئے۔ امریکہ کے اندر کئی لوگ ایسے موجود تھے۔ جو مہنگا
مال خریدنے کو آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور قیمتوں کے چڑھ جانے سے غیر
ملکی تجارت خصوصاً روئی کی تجارت میں روکاوٹیں پیدا ہونے لگی تھیں۔
لیکن جن لوگوں کو قریب سے ہی مشاہدہ کا موقعہ ملا ہے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ اس طریقہ
سے تحفظ ساتی اور ضرورت سے زیادہ پیداوار کی روک تھام ہونے سے اثرات بڑ

کی معقول حد تک تلافی ہو گئی ؛

اس قانون کے علاوہ کئی اور تدابیر کاشتکاروں کی امداد کے لیے اختیار کی گئیں ۔ جابجا ادھار دینے والی ایجنسیاں قائم ہوئیں ۔ امدادی جماعتیں مرتب کر کے جگہ بہ جگہ قائم کر دی گئیں ۔ جن میں زیادہ تر تعداد نوجوان بیکاروں کی تھی ۔ اور اُن سے کام یہ لیا جاتا تھا ۔ کہ اگر کہیں جنگل میں آگ لگ گئی یا جھکڑ سے نقصان ہوتا ۔ یا طغیانی کے اثرات تباہی پیدا کرتے ۔ وہاں یہ لوگ امداد دینے کو فوراً پہنچ جاتے ۔ ساتھ ساتھ ٹھیکہ کا طریقہ اڑا کر مزدوروں کی حالت منظم اور درست کر دی گئی ۔ اُن میں سے بیشتر اصلاحات تا دمِ تحریر بھی زیرِ عمل ہیں ۔ اس طریقہ کو امریکہ والے "نیوڈیل" کہتے ہیں ۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں ۔ کہ اس "نیوڈیل" کے طریقہ سے کاشتکاروں کے اغراض و مقاصد کو محفوظ بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے ؛

لیکن گو زرعی مسائل کا حل نسبتاً سہل ثابت ہوا ۔ کیونکہ کاشتکاروں کی ضروریات عام طور پر یکساں اور اُن کے طریق انسداد بھی یکساں ہوتے ہیں ۔ تاہم صنعت و حرفت کی اصلاح کا سوال خاص طور پر دقت طلب پایا گیا ۔ جس زمانہ میں روزویلٹ نے عہدہ صدارت کا چارج لیا تو سرمایہ بندی ابھی بانتہیں منزل تک پہنچ چکی تھی ۔ ملک کی دو تہائی حرفتیں کم و بیش دو کمپنیوں کے ہاتھ میں تھیں ۔ جنہوں نے اپنے حصہ داروں کے منافع کا خیال کرتے ہوئے سخت ترین تدابیر عمل میں لا کر نہ صرف مزدوروں کو بے دل بنا دیا تھا ۔ بلکہ صنعت و حرفت کے میدان کو بھی تنگ کر لیا تھا ۔ بڑھتی ہوئی بیکاری

کی وجہ سے سارا سوشل نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ چنانچہ بیروزگاری دور کرنے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مجلسی انتظام قائم رکھنے کے لئے روزویلٹ نے تین ماہ کے بعد قومی صنعتی بحالی کا قانون پاس کرایا۔ جس میں مزدور کی کم از کم مزدوری کی شرح مقرر کر دی گئی۔ زیادہ سے زیادہ ہفتہ کے اوقات قائم ہو گئے۔ بچوں کو مزدوری کے حلقہ سے باہر نکال لیا گیا۔ اس بات کی ممانعت کر دی گئی۔ کہ کوئی کارخانہ غیر محفوظ اور مضر صحت حالات میں قائم نہ ہو اور سب سے بڑھ کر اس قسم کے تجارتی مقابلہ کی روک تھام کی گئی۔ جس سے کام کرنے والوں کے ہاتھ کچھ نہ آتا تھا اور وہ بیچارے مفت میں محنت کر کے ہار تھک جاتے تھے۔ دستور العمل یہ تھا۔ کہ جو کاروباری لوگ ان اصولوں پر کاربند ہونا منظور کریں۔ ان کو "نیلے عقاب" کا ایک خاص نشان نمایاں کرنے کی اجازت دے دی جاتی تھی۔ یہ اس قانون کے حامی ہونے کا نشان تھا۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ لیکن مجبوری کسی آدمی کے لئے نہ تھی۔ مگر اس حالت میں بھی وہ بڑی بڑی صنعتوں کے قائمقاموں کے اس ڈر کے مارے کہ انکار کی صورت میں مزدور پیشہ جماعتیں انقلابی صورت میں تقاضائے شدید نہ کرنے لگیں مجبوراً رضامندی ظاہر کر دی۔ لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر یہ طریقہ اتنا مفید نہ تھا کہ اس پر نہایت وثوق طریق پر عمل نہ ہو سکا۔ انجام کار سپریم کورٹ نے اس قانون کی مخالفت کی تو مجبوراً بعض اور مسودات تیار کیے گئے۔ جن میں وہ رعایتیں جو مزدوروں کو دی گئی تھیں۔ بدستور قائم رکھتے ہوئے ایسی شرطیں خارج کر دی گئیں۔ جو سرمایہ داروں کو ناپسند تھیں ⁂

غرضیکہ مسئلہ درحقیقت ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ جب صنعت و حرفت کو زوال آنے لگتا ہے۔ تو اس کا سب سے زیادہ مُضر اثر مزدوروں پر پڑتا ہے۔ ہر چند روزویلٹ کا منشا مزدوروں کے ساتھ دلی ہمدردی کرنا تھا۔ تاہم وہ اپنی نیک دلی کا اس آسانی کے ساتھ یقین نہ دلا سکا۔ جس سے اس نے کاشتکاروں کو دلایا تھا۔ غور کرکے دیکھا جائے۔ تو کسانوں کی جماعت میں کوئی خاص امتیاز یا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ وہ زیادہ تر ابتدائی آبادکاروں کے جانشین ہیں۔ اور اُن کے حالات و خیالات کم و بیش یکساں پائے جاتے ہیں لیکن مزدوروں میں حسب نوعی اختلافات سے قطع نظر دو بڑی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی کاریگر مزدور اور عام مزدور۔ جن کے فوائد اور اغراض و مقاصد میں اختلاف عظیم دیکھا جاتا ہے۔ "نیو ڈیل" کا طریقہ شروع کرنے سے پہلے جو مزدور انجمنیں قائم تھیں۔ ان میں صرف کاریگر مزدوروں کا اثر غالب تھا۔ ۲۰۰۰۰۰۰ کے قریب عام کاریگر جو زیادہ تر ممالک غیر کے رہنے والے تھے۔ یا جنہیں ملک کے اندر آباد ہوئے ایک نسل کا عرصہ گذرا تھا۔ ان کی تنظیم بالکل نہ تھی ان کی کمزوری سے سرمایہ داری نے منافع عظیم حاصل کیا تھا۔ "نیو ڈیل" کا طریقہ قائم ہونے سے اُن کے حقوق بھی کاریگر جماعتوں کے برابر ہو گئے۔ لیکن اس پر بھی وہ لوگ جن کے فائدہ کو پیش نظر رکھ کر نیا قاعدہ مرتب کیا گیا تھا۔ اُن فوائد کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ جو اُن کو دیئے جا رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جا بجا اعتراضی ہڑتالیں شروع ہوگئیں۔ اور جب ایسی جماعتوں کو سمجھا بجھا کر رفع غلط فہمی کی کوشش کی جاتی۔ تو حالت اور زیادہ پیچیدہ ہونے لگی تھی۔

عام

عموماً یہ سنا جاتا تھا۔ کہ نیو ڈیل کا طریقہ کیا مزدوروں اور کاشتکاروں دونوں کے لئے نہیں ہے۔ اگر ہے تو مزدوروں پر احسان کیسا؟ پریزیڈنٹ نے کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر آیا۔ ایک اس قسم کی مسند انصاف قائم کی۔ جو ہر طرح کے بحث طلب مسائل کا فیصلہ کر تی تھی۔ لیکن جب اس سے بھی مشکلات حل نہ ہوئیں۔ تو مزدور لیڈر۔ جان لوئیس کے ماتحت مزدوروں کی ایک نئی انجمن کے قیام کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن ادھر کچھ مدت سے جان لوئیس کا "نیو ڈیل" سے اختلاف رائے ہو چکا ہے اور بایاں بازو اس کے اپنے طریق انتقام پر سختی سے حملہ آور ہو رہا ہے۔ لیکن ان جزوی اختلافات سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا۔ کہ تدابیر نیو ڈیل کے ذریعہ سے چند سال کے عرصہ میں مزدوروں کی جماعت کو اتنے زیادہ حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مسائل پر اتنی گہری توجہ دی جانے لگی ہے۔ جتنی پیشتر ایک صدی کے عرصہ میں ممکن نہ ہوئی تھی۔

اب ذرا اُن تدابیر کا حال سنئے جو روز ویلٹ نے انسداد بیکاری کے لئے اختیار کیں۔ اس نے سب سے پہلے کانگرس کی اجازت سے تعمیرات عامہ کی تعداد میں معتدبہ اضافہ کیا۔ ایک بہت بڑی سکیم اس قسم کی مرتب کی گئی۔ جس کی زد سے بیکار مزدور توی سڑکوں۔ بندوں۔ پلوں۔ بحری تعمیرات ہسپتالوں۔ سکولوں کی عمارتوں۔ ریلوے کی درستی کی سکیموں وغیرہ میں استعمال کئے جا سکتے تھے۔ جلدی ہی معلوم ہو گیا۔ کہ فوری امداد کا یہ ایک نہایت مؤثر طریقہ ہے۔ اور اس کی بدولت مزدوروں کی مشکلات غیر معمولی حد تک رفع ہونے لگی ہیں۔

دراصل انسداد بیکاری کا سوال امریکہ میں قدیم سے قائم چلا آتا ہے۔
نہایت مصروفیت کے زمانہ میں بھی امریکہ میں ۸۰ - ۹۰ لاکھ آدمی بیکار پڑے
رہتے ہیں اور دو ڈھائی کروڑ کسی نہ کسی طرح کی سرکاری امداد کے محتاج پائے
جاتے ہیں۔ اس وجہ سے اس قسم کے مدامی انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کی ضرورت
محسوس کی گئی۔ جن کا کام بیکاروں کو نئے نئے پیشے سکھا کر حصول ملازمت
کے قابل بنانا ہو۔ مثلاً نہ زمینی نالیوں کی تیاری۔ سڑکوں کی تعمیر اور انجینری کے
دوسرے متفرق کام۔ اس طریقہ کے مطابق کئی بیکار مصنف۔ مصوّر۔ کاریگر
موسیقی دان اور ایکٹر بھی کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ اس زمانہ میں اول مرتبہ
امریکہ میں قومی تھیٹر قائم کئے گئے۔ جا بجا شیکسپیر کے ناٹک دکھائے جانے
لگے۔ حتیٰ کہ غریب لوگ صرف ۵۵ سینٹ خرچ کرکے (سو سینٹ کا ایک ڈالر
ہوتا ہے۔ جو دو ڈھائی روپے کے قریب مالیت رکھتا ہے) ہملیٹ کا کھیل
دیکھنے کے قابل ہو گئے۔ چھوٹے چھوٹے قصبات۔ ناٹک خانے اور موسیقی کی
مجلسیں قائم کی گئیں۔ صرف ایک سال کے عرصہ میں ۰۰۰۰۰۰۶۴ ڈالر خرچ
کرکے محتاج آرٹسٹوں کی امداد کی گئی۔ ادھر مزدوروں کو اس بات کا موقعہ
دیا گیا۔ کہ وہ ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرتے جائیں۔ اس مسئلہ تعلیم پر روزویلٹ
نے اپنے خیالات بدیں الفاظ واضح کئے ہیں "ہمارے ملک کے مزدوروں
کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اس کی زبان سے واقف ہوں۔ ان کو اقتصادیات
کے اصول کا علم ہو اور اس کے علاوہ وہ علم النفس اور تاریخ سے بھی واقف
ہونے چاہئیں"۔

جیسا اوپر لکھا گیا ہے۔ بیکاری کا مسئلہ امریکہ میں نیا نہیں اور باوقات مختلف اس کے حل کے لئے مختلف کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں۔ انہی میں سے ایک کوشش وہ تھی۔ جس کے مطابق . . . . . ۳۰ نوجوان بیکاروں کی فوج امریکن جنگلات کی اصلاح و درستی کے لئے بھیجی گئی۔ ایک اور تجویز وہ تھی۔ جو دریائے ٹینیسی کی وادی کو جس کا تعلق چھ جنوبی ریاستوں سے ہے۔ تباہی سے محفوظ رکھنے کے لئے سوچی گئی تھی۔ یہ وادی پچھلے بیس سال سے بالکل غیر آباد اور ناکارہ پڑی تھی۔ آئے سال اس میں طغیانی کا پانی بھر جاتا اور اُسے کسی صنعتی مصرف کا نہ چھوڑتا۔ لیکن اس انسداد بیکاری کے سلسلہ میں اس کی بھی ۱۹۳۳ء سے اصلاح ہو چکی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اب یہ جگہ ایک نمونہ کا میدان بن گئی ہے۔ جس میں جدید ترین کلیں لگا کر نئی نئی حرفتیں شروع کی جا سکیں گی۔ روزویلٹ کی کوشش ان سابقہ تدابیر میں اور زیادہ وسعت پیدا کرنے کے لئے تھی۔

ان اصلاحات کے علاوہ اس نے انسداد جرائم کے لئے کچھ نئی ترکیبیں اختیار کیں۔ چھ قانون اس قسم کے نافذ کئے گئے۔ جن کی مدد سے وہ جرم جن میں انفرادی ریاستیں مستثنیٰ بنا کرتی تھیں۔ فیڈرل جرم قرار پائے کہ ریاستی حد کو پار کرنا۔ کسی شخص کو اغوا کر کے حدود ریاست کے پار لے جانا۔ یا تار یا ٹیلیفون کے ذریعہ سے استحصال بالجبر کرنا۔ ایسے ہی جرائم تھے۔

روزویلٹ نے بڑھاپے اور بیکاری کے بیمہ کی اصلاح کی۔ اور اس کے بعض پہلوؤں کو کشادہ کیا۔ اس طرح اپاہج۔ اندھے اور محتاج بچوں

کی سرکاری امداد اور اُن کی اصلاح صوت کے سوالات پر توجہ دی۔ تحقیق رہے کہ گو اس قسم کے انسٹی ٹیوشن جو امداد مجلسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ برطانیہ کلاں میں گذشتہ چالیس سال سے قائم چلے آتے ہیں۔ تاہم امریکہ میں ان کا آغاز سنین حال میں ہی ہوا ہے ؛

جبکہ حرفت اور زراعت میں رفتہ رفتہ اصلاحات کی جارہی تھیں۔ ایک اشد ضروری مسئلہ جس پر صدر امریکہ اور ان کے مشیروں کو اپنی خاص توجہ مارچ ۱۹۳۳ء میں مبذول کرنی پڑیں۔ مالیات کی تنظیم جدید کا تھا۔ اس وقت کے بعد کہ امریکہ کے بنکوں کو حکماً ایک ہفتہ بند رکھا گیا تھا۔ گورنمنٹ نے ایک سکیم ایسی تیار کی۔ جس کی رُو سے تمام امریکن مالیات کی بحالی مقصود تھی لیکن تعطیلات بنک میں بہت سے نوٹ مختلف سکوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ جب کوئی بنک کھلتا تو ڈیپازیٹر کے لئے اپنی ضرورت کے مطابق رقم وصول کرنا دشوار نہ ہوتا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں نئے نوٹ جاری کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پریزیڈنٹ کی اپیل اتنی موثر ہوئی۔ کہ لوگوں میں از سر نو اعتماد قائم ہو گیا۔ اس وجہ سے لوگ بڑی تعداد میں روپیہ نکلوانے دوڑے دوڑے نہ گئے۔ بلکہ بعض حالتوں میں اُنہوں نے سابق کی نسبت زیادہ تعداد میں روپیہ جمع کرا دیا۔ ایک شرط اور بھی عاید کر دی گئی تھی۔ جس کی رُو سے لوگ بنکوں سے سونا یا سونے کے سرٹیفکیٹ (دستکات) نہ نکلوا سکتے تھے۔ ان کو صرف نوٹوں پر ہی کفایت کرنی پڑتی تھی ؛

مالیات کی اصلاح و درستی کے لئے ایک اور سخت تدبیر جو روزویلٹ کے منیروں نے سوچی وہ ڈالر کی قیمت کم کرنا تھی۔ گورنمنٹ کا مدعا یہ تھا کہ ڈالر کی طاقت خرید گھٹا کر اجناس کی قیمتیں بڑھادی جائیں۔ نیز اس طریقہ پر ڈالر کا تعلق اس پیمانہ سے منقطع کر دیا جائے جو دنیا بھر کے صرافوں نے قائم کر رکھا ہے۔ اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے ۴ مئی کو اسی بارہ میں فیصلہ کن احکام صادر کر دیئے گئے۔ کہ سونے کی برآمد بالکل بند ہے۔ اور اس کے بعد ۲۵ مئی کو پریزیڈنٹ نے ڈالر کے سونے میں نصف کے قریب تخفیف کر دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مصنوعی طریقہ پر سونے کا دام نرخ مقرر کر دیا جس پر گورنمنٹ سونا خریدنے کے لئے آمادہ تھی۔ یہ نرخ سابق کی نسبت قریباً پندرہ ڈالر فی اونس زیادہ تھا۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو جب اس نے ڈالر کی قیمت گھٹا کر ۵۹ سینٹ کر دی۔ تو سونے کے اس ذخیرہ کی قیمت جو گورنمنٹ کے پاس موجود تھا۔ ڈالر کے حساب سے بہت بڑھ گئی۔ اس طرح سے ۸ء۲ ملیون (قریباً ۲۵ کھرب) ڈالر کی بچت ہو گئی۔ جس کی مدد سے غیر ملکی تبادلہ کے حساب میں گورنمنٹ ڈالر کی قیمت قائم کرنے کے قابل ہو گئی۔ نیز امریکہ بین الاقوامی طلائی پیمانہ پر آ گیا۔ ان تدابیر کی کئی حلقوں میں سختی سے مخالفت کی گئی۔ امریکہ اور یورپ کے صرافہ میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا۔ کہ اس طریقہ پر قیمت میں مصنوعی کمی بیشی کرنے سے خطرناک نتیجہ پیدا ہوگا۔ لیکن روزویلٹ کو ان مخالفتوں کی زیادہ پروا نہ تھی۔ وہ اس خیال سے مطمئن تھا۔ کہ اس نے ملک کے اندر اقتصادی بحالی کا فرض ادا کر دیا۔

"نیو ڈیل" کے ماتحت بنک کے کاروبار میں جو اصلاحات کی گئیں۔ ان میں سے ایک قابل ذکر ڈیپازٹ بیمہ کی سکیم تھی۔ اس سکیم کے مطابق وہ تمام بنک جو فیڈرل ریزرو سسٹم کے ماتحت ہوں نیز اس قسم کے دوسرے بنک جو اس سلسلہ میں شریک ہونا چاہیں ڈیپازٹ کی رقوم کا بیمہ کرا سکتے تھے۔ ابھی تک اس سکیم نے جامع صورت اختیار نہیں کی۔ لیکن امید کی جاتی ہے کہ عنقریب سارے بنک اس کے ماتحت آجائیں گے۔ تا کہ اس طریقہ پر بنکنگ کی خرابیاں پوری طرح رفع نہیں ہو سکیں۔ تو بھی اس کی بدولت تحفظ کا عمل کافی ترقی کر چکا ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ فیڈرل ریزرو سسٹم کے سارے اندرونی انتظامات میں بھی تبدیلیاں کی گئیں۔ چونکہ اس سے پیشتر ملک کی مالیات کا آخری اقتدار شہر نیویارک کے فیڈرل ریزرو بنک کے پاس تھا۔ اس لئے اس پر نیویارک کے مفاد کا خاص اثر پڑتا تھا۔ روزویلٹ کی خواہش تھی کہ اقتدار کو واشنگٹن منتقل کر دیا جائے۔ اس لئے اس نے وزیر خزانہ کو طلائی نقل و حرکت پر خاص اختیارات دے دیا۔ جو پیشتر فیڈرل ریزرو سسٹم کو حاصل تھا۔ اس طریقہ پر یہ آخری اقتدار گورنمنٹ کے ہاتھ آگیا۔ اور نیویارک والوں کو قوم کے مالیات پر اپنا اثر ڈالنے کا کوئی موقعہ حاصل نہ رہا۔ غور کر کے دیکھا جائے تو یہ ایک نہایت ضروری اصلاح تھی۔ جو گورنمنٹ نے اس خیال سے کی کہ ملک کے مالی وسائل کا ناجائز استعمال روا نہ رکھا جا سکے۔ لیکن یہی وہ خاص وجہ ثابت ہوئی۔ جس کی بنا پر آبادی کے بعض خاص طبقے اسی آدمی کے مخالف ہو گئے جس نے ان کو تباہی سے بچانے کی کوشش کی تھی۔ روزویلٹ کی میعاد

عہد کے ابتدائی چند سال کے عرصہ میں نیو ڈیل کی خارجی حکومت عملی باشندگان امریکہ کے لئے کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی تھی۔ گورنمنٹ کی توجہ خاص طور پر داخلی معاملات پر لگی رہی۔ یہی باعث تھا کہ جب روزویلٹ کے برسر عہدہ آنے کے موقعہ پر یورپ والوں کو جرمن قوم کی سرکردگی ایک نئی طرح کی سیاست دان کی صورت میں نظر آئی۔ تو باشندگان امریکہ اس طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ کیونکہ وہ تو اندرونی مشکلات کے انسداد کے سلسلہ میں بنک بند کرنے اور کھولنے میں مشغول تھے۔

روزویلٹ کے عہد حکومت کے ابتدائی چھ ماہ کے عرصہ میں امریکہ اور دنیا کے باقی ملکوں کے درمیان جتنی بھی گفت و شنید ہوئی۔ وہ صرف مالی معاملات کے متعلق تھی ۱۹۳۳ء کے موسم گرما میں امریکہ میں اقتصادی کانفرس کا اجلاس ہوا۔ لیکن امریکہ والوں نے اس موقعہ پر فرانس اور برطانیہ کے سٹہ بازوں کے طریق عمل کو دیکھتے ہوئے ڈالر کی قیمت بڑھانے سے انکار کر دیا۔

اس سال خزاں کے موسم میں پریزیڈنٹ روزویلٹ نے روس کے ساتھ بھاری تعلقات از سر نو قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس زمانہ میں روس کی مرکزی انتظامی کمیٹی کا سربراہ کالینن تھا۔ اس کے نام پریزیڈنٹ روزویلٹ نے جو خط لکھا۔ اس کا حسب ذیل فقرہ قابل ذکر ہے:۔

"جب سے میں نے انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ میری خواہش یہ رہی ہے کہ امریکہ اور روس کے تعلقات کی غیر معمولی کشیدگی کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے"۔

کابینہ نے اپنی طرف سے جواب میں لکھا کہ ہماری اپنی دلی خواہش بھی ہے۔ اس لئے سفارتی تعلقات کی بحالی کے متعلق جو خیالات آپ نے ظاہر کئے ہیں۔ ہم تہ دل سے اُن کی قدر کرتے ہیں چنانچہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد نسر یقین کی دلی خواہش پوری ہو گئی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ روزویلٹ نے یہ قدم اس خیال سے اُٹھایا تھا کہ یورپ میں ایک ایسے نظام کی ترقی کے پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح توازن قائم کیا جائے جو امریکن جمہوریت کے لئے سعی اتنا ہی نیا تھا۔ جتنا روس کی اکثریت کے لئے ؛

اُسی سال ماہ دسمبر میں سابق پریذیڈنٹ ووڈرو ولسن کی سالگرہ پر تقریر کرتے ہوئے روزویلٹ نے اپنی خارجی حکمت عملی کی تشریح کی۔ اس نے ولسن کے یہ الفاظ دہرائے کہ دوستی کا پھل سمجھوتہ کی سرزمین پر ہی پیدا ہونا چاہئے اور اپنی طرف سے کہا کہ میں اسی پالیسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں۔ ساتھ ہی کہا کہ ووڈرو ولسن ایک ماہر فن استاد تھا۔ اس نے سمجھوتے کا لفظ مدبران اور سیاسی رہبران یا مالیات کے سرکردہ ماہرین کے معنوں میں استعمال نہ کیا جا سکتا تھا۔ بلکہ اس کا منشا اس لفظ کے استعمال سے یہ تھا کہ قومیں اگر چاہیں تو ایک دوسرے کے حالات و خیالات کو سمجھتے ہوئے زیادہ حفاظت اور خوشی کی زندگی بسر کر سکتی ہیں۔ ایک اور زبردست فقرہ جو اس نے اس موقعہ پر استعمال کیا یہ تھا کہ دنیا کے امن کو جو خطرہ پیش آ سکتا ہے "اس کی ذمہ دار عام آبادی نہیں بلکہ اس آبادی کے سیاسی لیڈر ہیں" اس نے تجویز کی ایک کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ "وہ ایک قسم کی عام مسند ہے جس پر

دُنیا کی تمام چھوٹی بڑی طاقتیں جمع ہو کر اپنے اختلافات باہمی کو رفع کرنے کے سابق کی نسبت بہتر طریقے اختیار کر سکتی ہیں“ معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت تک اُسے یورپ کی اس سپرٹ کو جانتے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ جس نے انجام کار چند سال کے عرصہ میں لیگ کو بالکل لاحاصل بنا کر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اپنی تقریر کے دوران میں اس نے زوردار لفظوں میں کہا ”۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک جتنا عرصہ گذرا ہے۔ اس کے دوران میں جنگ کرنے کی ذمہ واری حکومتوں کے سر پر رہی ہے۔ سوڈرووُلسن کا خیال تھا۔ کہ اس ضرورت کو بالکل ہی مٹا دینا چاہیئے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ لوگوں کو آخر اس بات کا اختیار ہونا چاہیئے۔ کہ گورنمنٹوں کو اُن کے اپنے منشاء کے بغیر جنگ کرنے سے روکا جائے“ یہ خیال روزویلٹ کو ولسن سے ورثہ میں ملا تھا ؛

اس کے بعد آئندہ چند سال کے عرصہ میں امریکہ نے اپنی خارجی حکمت عملی کے سلسلہ میں بعض تجارتی معاہدات کئے۔ جن کی تہ میں سکرٹری کورڈل ہل کا ہاتھ کام کرتا تھا۔ ہر چند یہ دونوں روزویلٹ ولسن کے خیالات کا حامی تھا تاہم عام باشندگان امریکہ کی رائے اس سے مختلف تھی۔ اس طرح پر جبکہ روزویلٹ کورڈل ہل اور اُن کے بعض ہم خیال امریکن معاملات داخلی کی اصلاح کے ساتھ یورپ کی طرف نظر ڈالنے لگے تھے۔ امریکہ میں کانگرس کے ذریعہ سے اس قسم کا قانون پاس کیا گیا۔ جس کی بدولت امریکہ الگ تھلگ رہنے پر مجبور رہتا ؛

اس کے تھوڑا عرصہ بعد جب جلدی میں جنگ کا آغاز ہوا۔ نیز سپین

میں لڑائی شروع ہو گئی۔ تو روزویلٹ کو عوام کے زور ڈالنے سے غیر جانب داری کے قوانین پر عمل پیرا ہونا پڑا۔ لیکن محاربہ چین کے معاملہ میں عوام کی تائید حاصل ہونے سے وہ اس قانون کو عاید کرنے سے قاصر رہا۔ اس کے بعد بین الاقوامی حالات سے اور جتنے بھی مسائل پیدا ہوئے۔ ان میں پریذیڈنٹ روزویلٹ نے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ امریکن مفاد کو اپنے خیالات سے اونچا درجہ دیا جائے۔ روزویلٹ کی اپنی تعلیم گذشتہ سیاسی تجرباتِ دنیاوی اور رحم دلی اسبات کی متقاضی تھی کہ وہ یورپ کے فیصلہ کن واقعات سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ رکھے۔ لیکن دوسری جانب اہل ملک کی خواہشات و مطالبات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ باشندگان امریکہ کی علیحدگی کی پالیسی کو رد نہ کر سکتا تھا۔

۱۹۳۸ء کے آغاز میں جب لڈلو بل یعنی لڈلو کا پیش کردہ مسودہ قانون کانگرس میں زیر بحث آیا۔ تو علیحدگی کی پالیسی زوروں پر تھی۔ اس قانون کا مطلب یہ تھا کہ اعلان جنگ کرنے سے پہلے ہر حال میں عوام کی رائے لے لی جایا کرے لیکن جب یہ قانون پیش ہوا۔ تو کثرت رائے سے نامنظور ہو گیا۔ اس کے باوجود مختلف خطرناک حالتوں کے موقعہ پر یورپ کے صاحب نظر لوگ یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ امریکہ کا آخری رویہ کسی خاص مسئلہ کے بارہ میں کیا ہوگا۔ امریکہ نے بعض وعدے کنیڈا کے ساتھ کئے تھے۔ اُن کی بنا پر امریکہ اور برطانیہ کی نوآبادیوں میں ایک طرح کا رشتہ اتحاد قائم ہو گیا۔ لیکن اس رشتہ کے باوجود علامات ظاہر کرتی تھیں کہ اگر کبھی جنگ چھڑی تو

باشندگانِ امریکہ اسباب کی سختی سے مخالفت کریں گے۔ کہ امریکہ فوجی امداد دینے پر آمادہ ہو ⁖

لیکن تازہ ترین واقعات سے پایا جاتا ہے کہ امریکہ میں ایک زبردست عام رائے قائم ہو رہی ہے۔ جو اس رائے قائم ہو رہی ہے جو اس رائے سے زیادہ طاقت ور ہے۔ جس کی خواہش ہر طرح کے حالات کے باوجود امریکہ کو معاملات یورپ کے الجھنوں سے بالاتر رکھنے کی تھی ⁖

بہر حال یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ آگے چل کر ہی کیا جا سکے گا ⁖

باب ۶
رستہ کی مشکلات

عہدہ پریزیڈنٹی کا چارج لینے کے بعد چار ہفتوں کے اندر اندر روزن ویلٹ نے بنکوں۔ کھیتوں۔ ریلوں اور ممالک کی داخلی اور خارجی تجارتوں کو اپنے زیر اقتدار لے لیا۔ اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ روس یا اٹلی کی طرح امریکہ میں بھی ان صنعتوں کو قومی بنا لیا گیا۔ بات صرف یہ تھی۔ کہ گورنمنٹ چونکہ ملک کے برہم شدہ وسائل کو صحیح حالت پر لانا چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے اقتدار اصلاح کا کام لوگوں کے قائمقاموں سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اس کے بعد کئی مہینوں تک ملک کے ہر حصہ میں روزن ویلٹ کے متعلق ممنونیت اور شکر گذاری کی تیز لہر پھر گئی۔ باشندگان امریکہ چونکہ ہر حال میں انتہا پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے اُن کو ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ قدرت نے ایک مفلوج آدمی کو یہ طاقت دے کر کہ وہ ایک مفلوج ملک

کو صحت کی حالت میں لائے۔ کوئی معجزہ کر کے دکھایا ہے جب کبھی وہ لاسلکی پر اس کی خوشگوار شیریں آواز سنتے۔ اخباروں اور اخباری مضمون میں اُس کا شکیل اور وجیہ چہرہ دیکھتے۔ سرکاری علامات کی صورت میں اس کے سادہ اور ایمان دارانہ خیالات پر غور کرتے۔ تو اُن کے دل بے اختیار جذباتِ شکر گذاری سے پر ہو جاتے۔ کیا غریب اور کیا امیر "نیو ڈیل" کی سبھی شرطیں اور قاعدے منظور کرنے کو آمادہ تھے۔

صدر مقام امریکہ میں ہر طرف خوشی اور خرمی کا دور تھا۔ دن رات قوم کے ریفارمر۔ عالم و فاضل۔ تاجر۔ سیاست دان حتّٰی کہ وہ لوگ بھی جو بنیادی معاملات سے بہت زیادہ مسائل تصوّف کے دلدادہ ہیں۔ اس سوال پر غور کیا کرتا کہ اب آئندہ کونسا اصلاحی قدم اٹھایا جانا چاہیے۔ جب کبھی صدر امریکہ کوئی نئی سکیم سوچنے میں مشغول ہوتا تو کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر، نامی ساہوکار۔ مشہور اخبار نویس اور دوسرے لوگ جو قومی معاملات میں پیش پیش حصہ لیتے تھے۔ آمادہ امداد نظر آتے۔ اس کی تائید کرنے کو کئی اور مرد اور عورتیں بھی تیار رہتی تھیں۔ جنہوں نے روزویلٹ کے سیاسی دور زندگی میں اس کے مختلف کاموں کو دیکھتے ہوئے اس کی عزّت کرنی شروع کر دی تھی۔

کانگرس جس میں زیادہ تعداد نوجوانوں کی تھی۔ بڑے شوق کے ساتھ روزویلٹ کے پیش کردہ ہر نئے مسودہ قانون کی تائید کرتی تھی۔ آئین کی رُو سے جتنے اختیارات اُن کے امکان میں تھے وہ بڑی خوشی کے ساتھ اس نیک دل مرد ایماندار کو دینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جس نے ملک

کو بحال نے کا وعدہ کیا تھا۔ ہر ممکن کوشش اس کے کام میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے کی جاتی تھی۔ اگرچہ حالات بہت نازک تھی۔ تو بھی روزویلٹ نے نہ صرف اپنی کارکردگی کے طریقوں بلکہ اپنی شخصیت کی دلفریبی اور بلند حوصلگی کے ذریعہ سے ملک کے ہر حصہ میں اُمید افزا فضا پیدا کر دی تھی۔ ایک مرتبہ پرنکار خانہ تولانہ کے ایک کھرپتی نے اس کے نام مبارکبادی کا پیغام بھیجا۔ تو اُس نے جواب میں اسے لکھا:۔

"میرا آداب قبول ہو۔ اُمید ہے کہ آیندہ آپ پھر کبھی دس لاکھ ڈالر سالانہ اکٹھا نہ کر سکیں گے۔"

اس طرح کی مذاقیہ باتیں ہر جگہ سے سُننے میں آتی تھیں۔ اس کی قائم کردہ پریس کانفرنسیں جلدی ہی اس وجہ سے مشہور ہو گئیں۔ کہ وہ مختلف اخبار نویسوں اور رپورٹروں کے ساتھ ہر طرح کے معاملات پر دوستانہ پیرایہ میں تبادلہ خیالات کرتا تھا۔ صدر بننے کے پہلے سال کے اندر ہی اُس نے حیرت انگیز ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔ اس کے یوم سالگرہ کو ہزارہا انسان اُس کو مبارکباد دینے واشنگٹن پہنچے۔ اس تقریب پر پانچ ہزار دعوتیں دی گئیں۔ اس کی تحریک پر ایسے اپاہجوں کے لئے جو گرم پانی کے چشموں سے فیض یاب ہونے تھے۔ دس لاکھ ڈالر فراہم کئے گئے۔ غیر معمولی بڑے کیک تیار ہوئے اور بارہ فٹ لمبے تار جن کے نیچے چالیس ہزار آدمیوں کے دستخط تھے۔ بغرض مبارکباد اس کے نام بھیجے گئے۔

ظاہر ہے کہ ہر دلعزیزی کی یہ غیر معمولی تحریک ہمیشہ قائم نہ رہ سکتی تھی

جب کوئی انسان بڑی بڑی اُمیدیں قائم کر لیتا ہے۔ تو اس کی وہ اُمیدیں ناگہاں مایوسی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اور باشندگان امریکہ کی یہ ایک مشہور خصوصیت ہے کہ جو آج انتہا درجے پُر امید ہے۔ کل انتہائی افسردگی اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

غرض پہلا سال بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بسر ہوا۔ اس کے بعد بھی گو عظیم مخالفت فوراً رونما نہ ہوئی۔ تاہم کئی طرح کی رکاوٹیں۔ بے چینیاں اور بے اطمینانیاں ملک کے مختلف حصوں میں ظاہر ہونی شروع ہوگئیں۔

باشندگان اطالیہ میں ایک ضرب المثل مشہور ہے۔ کہ "جب خطرہ گزر جائے تو پھر دیوتا کو کوئی نہیں پوچھتا"۔ اس طرح جب امریکہ کی عام حالت روزویلٹ زوردار جدوجہد سے سنبھل گئی۔ تو مالدار جماعتیں جو کچھ عرصہ کے لئے دہشت زدہ ہوکر خاموش رہی تھیں۔ اب اسی کے برخلاف ہوگئیں۔ جو صحیح معنوں میں اُن کا نجات دہندہ تھا۔ بیک وقت ملک کے مختلف حصوں سے اسی طرح کے آوازے بلند ہونے شروع ہوئے۔ کہ روزویلٹ کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہوئے اپنے آئینی اختیارات سے باہر نکلا جا رہا ہے۔ فورڈ اور مورگن جیسے نامور کارخانہ داروں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ نہ ہمیں اپنے کاروباری طریقوں کی جانچ کرانا منظور ہے۔ نہ ہم کسی کو اپنی حساب کی کتابیں دیکھنے کے لئے دیں گے۔ گورنمنٹ کی دخل اندازی کسی صورت میں برداشت نہ کریں گے۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ایک نیا الزام تراشا گیا یعنی کسی نے کہا۔ روزویلٹ درحقیقت دلیر یا شجاع آدمی نہیں۔ بلکہ

زن گھر رہا ہے۔ عورتوں کا اثر اس پر کام کرتا ہے۔ نیز روزویلٹ اور مس پرکنز جدھر چاہتی ہیں۔ اس کا رُخ بدل دیتی ہیں۔ روزویلٹ اس لئے غریبوں کا حامی بنتا ہے۔ کہ اُن کی تعداد کثیر ہے۔ اور اُن کی مدد سے وہ فتح حاصل کرسکتا ہے اور اس کی واحد خواہش یہ ہے کہ اس کے اختیارات قائم رہیں روزویلٹ ہمارے دلوں کے ساتھ بازی کر رہا ہے۔ اس کے پروفیسر ہمیں چھیڑ کر خوش ہوتے ہیں۔ روزویلٹ صرف اپنے دوستوں کے لئے اسامیاں تلاش کرنا چاہتا ہے۔ روزویلٹ مزدوروں کا غدار ہے۔ مالیات کو تباہ کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے سرمایہ پرست ہے۔ کوئی اس کو اشتراکی ظاہر کرتا۔ ملک کے بعض کونوں سے یہ آواز بھی سنائی دیتی تھی کہ روزویلٹ ڈکٹیٹر بن گیا ہے۔

یہ سارے مغلظات بعض خاص مقامات سے سنے جاتے تھے۔ ان کے کہنے والے زیادہ تر بڑے بڑے کاروباری آدمی۔ بڑے بڑے ساہوکار اور اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ یعنی ایسے آدمی جو قوم کے مقابلہ میں اپنے فوائد کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ یا ایسے انتہا پسند جو قومی مفاد کے حامی تو ہیں۔ لیکن اس مطلب کے لئے غیر معمولی انقلاب پسندانہ طریقے اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن روزویلٹ نے ان موقعوں بڑے سکون کے ساتھ اپنی اعلیٰ قوت فیصلہ کو برقرار رکھا۔ اس کو معلوم تھا کہ یہ سب الزامات غلط ہیں۔ درحقیقت وہ آزاد خیالی کا حامی ہے یعنی اس طرح کی آزاد خیالی جس میں ملک کی بہتری کی خاطر زیادہ جنگجویانہ سپرٹ داخل کر دی گئی ہو۔ چونکہ اس کو طبع انسانی کی کمزوریاں اچھی طرح معلوم تھیں۔ اس لئے عام رائے کی بے توجہی

تبدیلی بھی اس کو بار دل نہ بنا سکتی تھی۔ علاوہ بریں وہ خوب جانتا تھا۔ کہ اہل امریکہ غالباً درجے انتہا پسند ہیں۔ بڑی بڑی اُمیدیں قائم کر لیتے ہیں۔ مگر پھر جلدی ہی مایوس ہونے لگتے ہیں۔ اور اسی وقت اُن کی طرف سے سخت بے صبری کا اظہار شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا چشم دید واقعہ تھا۔ کہ امریکہ نے اپنی طفلانہ درشت مزاجی سے ولسن ایسے آدمی کا نازک اور شریف دل توڑ دیا۔ لیکن روزویلٹ اور ولسن میں فرق تھا۔ ولسن غیر معمولی ذکی الحس واقع ہوا تھا۔ روزویلٹ ایسی باتوں کی پرواہ ہی نہ کرتا تھا۔

اس کے علاوہ اہل ملک کی تعداد کثیر اس کی پشت پر تھی۔ کانگریس کی اکثریت بھی اس کی پشت پر تھی۔ مخالفت جتنی بھی تھی۔ وہ ایک خاص آئینی جماعت تک آکر محدود ہو گئی تھی۔ یعنی سپریم کورٹ کے حلقہ تک۔ جس زمانہ میں امریکہ کا آئین مرتب کیا گیا تھا۔ تو گورنمنٹ کے لئے تین جداگانہ کام مخصوص ہوئے تھے۔ ایک انتظامی۔ دوسرا قانونی۔ تیسرا عدالتی۔ مطلب یہ تھا کہ ایک حصّہ دوسرے پر اثر انداز ہو کر تینوں میں سے کسی کو غیر معمولی اقتدار نہ حاصل کرنے دے۔ سپریم کورٹ کا فرض ملک کے اعلیٰ قانون یعنی آئین پر عمل کرنا تھا۔ اسی طریقہ پر یہ الیکشنات کا آخری فیصلہ کرتی تھی۔ کہ کوئی کمتر درجہ کا قانون آئینی شرائط کا مزاحم تو نہیں ہوتا۔

کسی نے امریکہ کی سپریم کورٹ کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے "یہ ایک مصنوعی چیز ہوتا ہے۔ جس پر گاہ بگاہ طوفان کا جوش پھٹا کرتا ہے۔ کم و بیش تمام بڑے بڑے پریذیڈنٹوں کو جن میں قابل ذکر نام جیفرسن جیکسن

لنکن، تھیوڈور روزویلٹ اور ولسن کے ہاں مختلف اوقات میں ان کو بڈھے ججوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جو اپنی دانش مندی اور فلسفیانہ وقار میں مست ہیں۔

فرینکلن روزویلٹ کی حالت میں سپریم کورٹ کو کئی ایک وجوہات کی بنا پر نئے صدر اور اس کی نیو ڈیل کی پالیسی کے مقابلہ پر مجبور ہونا پڑا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ نو کے نو بڈھے آدمی جن میں سے سب سے زیادہ کمسن کی عمر ۶۱ سال کی تھی۔ ہارڈنگ کولج اور ہوور کے عقاید کے پیرو تھے۔ اور تہ دل سے ڈیموکریٹک گورنمنٹ کی مخالفت پر آمادہ رہتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فرینکلن روزویلٹ کانگرس سے اس قسم کے اختیارات مانگ کر جو قانوناً دیے تو جا سکتے تھے۔ لیکن طلب نہ کیے جا سکتے تھے۔ آئین کے مقررہ حدود سے آگے قدم رکھنے لگا تھا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ نیو ڈیل کے سب مخالف چونکہ سپریم کورٹ کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ اس لئے ججوں کی حالت میں بعض خاص اثرات اس حد تک ذریعہ اشتعال ثابت ہوئے کہ انہوں نے روزویلٹ کی ساری اصلاحات کو قوم کے سود و بہبود کے منافی سمجھنا شروع کر دیا۔

عہدہ صدارت کے پہلے چار سال کے اندر سپریم کورٹ کی طرف سے روزویلٹ کی راہ میں کئی کئی طرح کی مشکلات پیدا کی جاتی رہیں۔

جب روزویلٹ نے ڈالر کی قیمت کم کرنے کی کوشش کی تو سپریم کورٹ نے اس کو نامنظور کرنے کی دھمکی دی۔ اور جب آخرکار منظوری بھی ملی۔ تو پانچ

اور چار ووٹوں کی نسبت سے۔ اسی طرح این۔ آر۔ اے یعنی نیشنل ریکوری
ایجنسی کو نامنظور کیا گیا اور گورنمنٹ کو مزدوروں کے حقوق کی حفاظت اور
کارخانہ داروں کی تباہ کاریوں کی روک تھام کے لئے نئے طریقے اختیار کرنے کا
مشکل کام ہاتھ میں لینا پڑا۔ اس کے ایک سال بعد سپریم کورٹ نے بعض قوانین
کاشتکاراں کو ناجائز قرار دے دیا۔ انتہا یہ ہے کہ انہی کے زیر احکام بیس
کروڑ ڈالر کے قریب ٹیکس کی وصول کردہ رقوم واپس کرنی پڑیں۔ امریکہ
کی تاریخ میں یہ واقعہ اپنی نظیر آپ ہے۔ معاملات کی یہ حالت چار سال تک
جاری رہی۔ اس کے بعد پریذیڈنٹ کی پہلی میعاد ختم ہوئی۔ لیکن اگرچہ لوگوں کی ایک
زبردست پارٹی مخالفانہ رویہ رکھتی تھی۔ ۱۲ میں سے ۹ [illegible] اخبارات اس کے
خلاف تھے۔ ری پبلکن پارٹی بھی اپنی چار سال پہلے کی ناقابلیت سے سنبھل
کر مخالفت کرنے لگی تھی۔ تاہم انتخاب کے موقعہ پر پریذیڈنٹ غیر معمولی کثرت
رائے کے ساتھ بازی لے گیا۔ اس بات کا یقین حاصل کر کے کہ اس کا انتخاب
ثانی لوگوں کی حکم برداری کا مظہر ہے۔ اس نے اپنے عہدہ کے دور ثانی کے
سال اول میں سپریم کورٹ کے برخلاف جدوجہد شروع کی۔ لیکن جب اس
نے ایک مسودہ قانون اس مطلب کا پیش کرنا چاہا کہ ستر سال کی عمر میں ہر ایک
جج کو ریٹائر ہو جانا چاہیئے۔ تو عوام نے خلاف توقع اس کی مخالفت شروع
کر دی۔ ہر چند کہ اکثریت ۹ سپریم ججوں کی مخالفت کو ناپسند کرتی تھی۔ تو بھی
عوام کی رائے میں آئین کا درجہ اتنا بلند تھا۔ کہ کوئی روزویلٹ کی گورنمنٹ کے
تحت عدالتی کی حد بندی نہ کر سکتا تھا۔ غرض اس کی تجویز ناکام رہی۔ اور کچھ عرصہ

کے لیے روزویلٹ کی ہردلعزیزی خطرہ میں پڑ گئی۔ خیال ہے۔ کہ اس نے بعد ازاں
محسوس کیا۔ کہ امریکہ کے مدامی آئین کو تبدیل کرنے کی کوشش ایک انتہا پسندانہ
فعل ہے۔ چونکہ اس کے بعد جلدی ہی خودبخود سپریم کورٹ کی ساری حالت
تبدیل ہو گئی۔ بعض جج مستعفی ہو گئے۔ کچھ مر گئے۔ اور باقیوں نے اپنا نقطہ خیال
تبدیل کر لیا۔ کم از کم یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس کے بعد عرصہ چند سال تک روزویلٹ
کی ساری اہم اصلاحات چند مستثنیات کے ساتھ سپریم کورٹ کی طرف سے
منظور ہوتی چلی گئیں۔ حتٰی کہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اب نیوڈیل کو گورنمنٹ کی اس
جماعت یعنی سپریم کورٹ کی طرف سے کسی مزاحمت کا اندیشہ نہیں۔ اس کے
بعد بڑے بڑے کاروباری آدمیوں اور مالیات کے ماہروں کی طرف سے
سلسلہ مخالفت جاری رہا۔ ۱۹۳۶ء میں جب روزویلٹ دوبارہ منتخب
ہوا تو مزدور پیشہ جماعتیں اور کاشتکار اس کے حامی تھے۔ لیکن صنعت و
حرفت کے ناظموں نے اس کی امداد سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد جب
۱۹۳۷ء میں امریکہ میں پھر تجارتی بدحالی کا دور شروع ہوا۔ تو چھوٹے
چھوٹے کاروباری آدمی بھی بڑے کارخانہ داروں کے ساتھ مل کر پریذیڈنٹ
پر یہ الزام لگانے لگے۔ کہ صنعتی بدحالی اسی نے پیدا کی ہے۔

اس وقت کے بعد رفتہ رفتہ یہ بات واضح ہونے لگی ہے۔ کہ امریکہ کے
تمام کاروباری حلقے نیوڈیل کے خلاف ہیں۔ بڑے اور چھوٹے سبھی
سرمایہ دار روزویلٹ کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے اور کہتے ہیں۔ کہ اس نے
۱۹۳۳ء میں سرمایہ داروں کو اس لیے زندہ رکھا تھا۔ کہ ان کو تڑپا تڑپا

کر مارا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب بے بنیاد و مبالغہ آرائیاں ہیں۔ روزویلٹ
کا منشا امریکہ کے مجلسی نظام کو برقرار رکھنا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا۔ کہ ہر
شخص کو اپنی جائیداد کا مالک ہونے کا حق حاصل ہے۔ البتہ جب ایسا آدمی
بھیڑیے کی مثال بن جائے۔ تو پھر گورنمنٹ کا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے خلاف
تدابیر اختیار کر کے اس کو رام کرنے کی کوشش کرے۔ در حقیقت نیو ڈیل کی اصلاحات
کا بھی مقصد یہ ہے۔ اور گذشتہ چار سال کے عرصہ میں انہی اصولوں کو پیش
نظر رکھ کر ملک کے اندر اقتصادی بحالی عمل میں لائی گئی ہے۔ ۱۹۳۷ء کی
کساد بازاری کا ذمہ دار پریزیڈنٹ نہیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ
مالیات اور کارخانجات کے بڑے بڑے مالکوں نے از راہِ خود غرضی
اس کی ان تجویزوں کی تائید سے انکار کر دیا ہے۔ جن کا مطلب ملک کی مالی
اور اقتصادی بحالی تھا۔ انہوں نے اس موقعہ پر جب پریزیڈنٹ نے
پیداوار محدود کرنے کی کوشش کی۔ تو سول نافرمانی کی دھمکی دی۔ نیز روپیہ کو
ایک سے دوسرے کے ہاتھ میں جانے سے روک کر مزدوروں میں بیکاری
پیدا کر دی اور اسی طرح گورنمنٹ کو مجبور کیا۔ کہ وہ اپنے روپے ہی سے
ان بیکاروں کی مدد کرے۔ چار سال تک روزویلٹ نے اقتصادی
کل کو چالو رکھنے کے لئے اپنے تمام مالی وسائل سے کام لیا۔ لیکن اس موقعہ
پر جب اس کو خرچ سے ہاتھ ہٹانا پڑا۔ جب اس کو امید تھی۔ کہ اب مالیات
کے قائم مقام آگے قدم بڑھائیں گے۔ اور اقتصادی بہتری کے جھنڈے کو اونچا
اٹھائے رکھیں گے۔ کساد بازاری کا دورہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ مالیات کا تمام

کرنے اسے امریکہ کی عام بہتری پر ایک حبہ بھی صرف کرنے دیا۔ دنہ تھے
لیکن صحیح وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ۱۹۳۲ء کی کساد
بازاری نے نہ صرف مایوس و بددل چھوٹے درجہ کے کاروباری آدمیوں کو اہل
اعتراضات مہیا کردیے۔ بلکہ اس کی وجہ سے بائیں بازو والوں کو بھی اعتراضی
دلائل پیش کرنا آگیا۔ مثلاً انہوں نے کہا۔ جب تک ملک کے اندر نظام
سرمایہ داری قائم ہے فیصلہ کن اصلاحات اور مزدوروں کی بہتری کے
حالات کس طرح قائم رہ سکتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ اگر امریکہ کے مالیات اور
صنعت وحرفت کے مالکوں نے جلدی یا بدیر یہ بات محسوس نہ کی۔ کہ ان کو
اس سوال کا جواب اثبات میں دینا ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ اب بھی ان کو بائیں
بازو کے حملہ کا مقابلہ کرنا پڑے۔ اس اثنا میں وہ اس واحد اور آخری
کوشش کو قصداً روک رہے ہیں۔ جو امریکہ کی موجودہ سوسائٹی کو محفوظ رکھنے
کے لئے کی جا رہی ہے:

باب ۷

عالمگیر جمہوریت کا لیڈر

جس وقت یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ فرینکلن ڈی روزویلٹ کی
میعاد صدارت کے چھ سال پورے ہو چکے ہیں۔ اس چھ سال کے عرصہ
میں اس نے اپنے سرکاری اختیارات کو انصاف اور ایمان داری کے ساتھ
کام میں لانے کی کوشش کی ہے۔ اس لمبے عرصہ میں بیشمار لوگ اس کے مداح
بنے اور کچھ ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے اس کی حکمت عملی کو ناپسند کیا۔ اپنی
طرف سے اس نے خلقت کی تکالیف رفع کرنے اور ملک کی خوشحالی
بڑھانے کے لیے تا حدِ امکان کوشش کی۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے مستحق
لوگوں کی حفاظت اور بد باطن لوگوں کی سزا دہی سے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔
جتنی کوششیں اس نے کی ہیں۔ اُن میں سے بعض کا نتیجہ نہایت مفید نکلا
بعض کا استعمال غلط کیا گیا اور لوگوں نے ان کوششوں کے معنی بھی غلط سمجھے
کچھ ایسے بھی واقعات پیش آئے۔ کہ اس کی کوششوں کا نتیجہ جو وہ چاہتا تھا

اس کے برعکس نکلا۔ اس نے اپنی طرف سے باشندگان امریکہ کی خدمتگزاری صداقت اور ایمانداری کے ساتھ کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ جب کبھی انہیں اپنی کوشش میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سے مزید مطالبات کیے گئے۔ ناکامی کی حالت میں لوگوں نے اس پر حملے کرنے شروع کر دیے۔ مختصر یہ کہ اس چھ سال کے عرصہ میں اس کی زندگی ویسی ہی کشاکشی اور محنت کی زندگی ثابت ہوئی ہے جیسی کسی بڑے سے مدبر یا کسی بہت بڑی قوم کے حقیقی لیڈر کی ہو سکتی ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اپنے ملک پر حکومت کرنے کی جیسی قابلیت اس کے اندر ہے ویسی بہت کم کسی آدمی میں دیکھی گئی ہوگی۔

جس وقت اس نے عہدہ صدارت کا چارج لیا۔ تو بحر اوقیانوس کے دوسری جانب ایک ملک کو تحت الثرے سے باہر نکالنے کی اس سے بالکل ہی مختلف کوشش کی جا رہی تھی۔ جس آدمی نے اس خاص پوزیشن میں ملک کا انتظام حکومت جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس نے ایسی حکمت عملی اختیار کی جو عوام کی محبت پر نہیں۔ بلکہ ان کے لئے نفرت پر مبنی تھی۔ یہی اس کا مقصد تھا۔ اس بنا پر اس نے ایک کتاب لکھ کر ملک کے ہر شخص کو اس کے مطالعہ کا حکم دیا۔ کیونکہ جو طاقت اسے حاصل تھی۔ وہ اس وقت تک موثر طریقہ پر استعمال نہ ہو سکتی تھی جب تک کہ عوام کو بہکا کر ان کو فریب کا شکار نہ بنایا جاتا۔ اور ان کے اندر منافرت کی خو نہ ڈالی جائے۔ جو مسئلہ اس کی نظروں کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے اس کو نہایت مختصر طریقہ پر حل کیا۔ اور فرینکلن روزویلٹ کے مقابلہ میں حیرت انگیز حد تک امن

قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر کبھی مزدوروں میں جھگڑا ہوا۔ تو اس نے
ان کی انجمنیں موقوف کر دیں۔ اُن کے ناکاموں کو تنبیہ کر دیا۔ اور باغیوں کو سنگینوں
سے ڈرا دھمکا کر راہ راست پر لے آیا۔ جب بیکاری کا مسئلہ اس کے رُوبرو
پیش ہوا۔ تو اس نے خزانے کا سب روپیہ اسلحہ سازی کی کوشش میں صرف کر دیا
اور کچھ بھکاریوں کو تربیت دے کر سپاہی بنانے کی کوشش کی۔ لوگوں کے دلوں کو
اگر کسی طرح کی پریشانی لاحق تھی۔ یا وہ تفکرات کے بحر میں ڈوبے رہتے تھے۔ تو
اس نے ان باتوں کا سہل انسداد ان باتوں سے کر دیا کہ اپنی سرکاری حیثیت سے
لوگوں کو حکم دیا۔ تم فلاں بات سوچو اور باقیوں کو نظر انداز کر دو۔ اگر لوگوں نے
خیال کرنا شروع کیا کہ اُن کی آزادی سلب ہو رہی ہے۔ تو اس نے ایک بالکل
ہی نیا اصول ایجاد کر کے اُن کے سامنے رکھ دیا۔ یعنی ان کو بتایا کہ آزادی اس
بات کا نام ہے کہ انسان اُن فرائض کو جو حکومت وطن کی طرف سے اس کے ذمہ
ہوں۔ اپنی مرضی سے پُورا کرنے لگے۔ لوگوں کے دلوں میں صدیوں سے جو
شکوک اس بارہ میں چلے آتے تھے۔ کہ صحیح قسم کا مذہب کیا وہ ہے جس کی
تلقین پوپ روم کی طرف سے ہوتی ہے یا جو مارٹن لوتھر نے سکھایا تھا تو
اس نے فیصلہ کُن طریق پر یہ قرار دے دیا۔ کہ ملک کا صرف ایک ہی
خدا ہے اور ایک ہی مذہب ؂

حیرت تو اس بات کی ہے کہ اس قسم کی حکومت بیسویں صدی میں کیونکر
زندہ رہ سکتی ہے۔ مگر اس کے باوجود پیچ در پیچ حالات کے باعث اس نے
زمانہ موجودہ کے یورپ میں نمایاں حصّہ لیا ہے۔ اب گویا ساری دُنیا دو

طبقات پر منقسم ہے۔ ایک وہ جو ڈیموکریسی کی حامی ہے۔ اور دوسری وہ جس
کا نام تحریک تمامی رکھا گیا ہے۔ آخرالذکر یورپ کے بعض ملکوں میں ترقی
پذیر ہے۔ ان میں سے پہلی چیز امن اور آشتی کی حامی ہے۔ دوسری جنگ کی
خواستگار۔ یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ دنیا کا امن ہر وقت خطرہ میں پڑا رہتا ہے
اور یہ خطرہ اس وقت تک دور نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس کا منبع قائم رہیگا۔

چھ سال گذرے کہ روز ویلٹ نے امن پسند ولسن کی سالگرہ پر حاضرین
کے روبرو تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ جنگ کا انسداد
لوگوں کی مشترکہ کوششوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس موقعہ پر اس نے کہا تھا
"میں نے دنیا کی ہر ایک قوم کو مخاطب کرکے کم و بیش اس طرح کے
الفاظ کہے ہیں :۔

(۱) ہر ایک قوم کو چاہیے کہ ایک عرصہ محدود کے اندر بتدریج ترقی
کرتے ہوئے ان تمام اسلحہ جنگ کو جو اس کے پاس موجود ہیں ختم کر دے
اور مزید اسلحہ پیدا نہ کرے ؛

(۲) اس بات کا اعلان کر دیا جائے۔ کہ کوئی قوم اپنی مسلح فوجوں کو
اپنی حدود سے گذار کر دوسرے ملک کی حد میں داخل نہ ہونے دیگی۔ اگر ایسا
ہوگا۔ تو اس کو پیش دستی میں داخل سمجھا جائیگا اور کل بنی نوع انسان کی طرف
سے اس فعل کی مذمت ہوگی ؛

(۳) ظاہر ہے کہ اسلحہ جنگ کی کمی اور پیش دستی کا انسداد اس وقت
تک موثر اور کارگر نہیں ہوسکتا۔ حتی کہ دنیا کی ہر ایک قوم بلا استثنی

ایسا کرنے کا عہد کر لے۔ اس کے بعد نسبتاً یہ کام سہل ہو جائیگا۔ کہ معلوم کیا جائے کہ اس روشن زمانہ میں کونسی قومیں اس قلیل تعداد میں رہنا چاہتی ہیں جو اس ترقی یافتہ عہد میں بھی اپنے ہمسایوں پر حملہ کرنے میں تیر و تفنگ کے استعمال کی معتقد ہے ÷

روشنی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ بنی نوع انسانی کی وہ قلیل تعداد جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ اس کا سب سے خطرناک حصہ بن چکی ہے۔ اب گویا جمہوریت کو امتحان زیر پیش ہے۔ یہ فریق مخالف بڑھتے ہوئے تکبر کے ساتھ اس کے بنیادی اصولوں کو چیلنج کر رہا ہے۔ اب اسبات کی کوئی اُمید باقی نہیں رہی۔ کہ جنگ کا انسداد قوموں کی مشترکہ کوششوں سے ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے جمہوریت کے اکثر لیڈروں نے آج تک اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔ کہ حالت میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ دشمن غرور میں پھولا ہوا ہے۔ تو بھی یہ لوگ اپنے آپ کو ڈرپوک مضطرب اور پریشان ثابت کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ جس حالت میں ضرورت محض طاقت سے کام لینے کی ہے۔ یہ لوگ التجائی لہجہ اختیار کرنے لگتے ہیں۔ انہوں نے آج تک یہ نہیں سمجھا کہ جمہوریت کے ساتھ آزادی کے دائرۂ عمل کی بھی اصلاح ہونی چاہیے وہ زمانہ گذر گیا۔ جب آزادی کا مطلب اس قدر لیا جاتا تھا۔ کہ آدمی اپنی منشا کے مطابق سوچے۔ غور کرے اور اظہار خیالات کر سکے۔ آج آزادی ایک ایسی چیز ہے۔ جو صرف لڑ کر حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہم لوگ جمہوری ملکوں کے رہنے والے پرانی قسم کی آزادی کے تصور کے اتنے خوگر ہو چکے ہیں۔

کہ آزادی ہم سے چھین کر تباہ کر دی جائے۔ تو بھی ہماری آنکھوں کو یا ہمارے دلوں کو اس کا یقین نہیں آتا۔ پس جمہوریت پسند مدبروں کو لازم ہے کہ وہ امریکہ کی طرف دیکھ کر اس آزادی کی بیداری ملاحظہ کریں۔ جو اپنی فوجی طاقت کی صورت میں مضبوط اور ناقابل شکست ہے۔ جب تک امریکہ کے لوگوں میں ملکی معاملات پر اختلاف رائے قائم ہے۔ یہ سارا بر اعظم حکومت کے اُن اصولوں کا حامی بنا ہوا ہے۔ جو ابراہیم لنکن نے اختراع کئے تھے۔ اور جن کو فرینکلن ڈی روزویلٹ نے عمل کی صورت دی ہے۔ عام رائے ملک کے اندرونی معاملات پر پریزیڈنٹ کی کتنی ہی مزاحمت کرے۔ جب کبھی جمہوریت کی اصولی اور مجموعی حفاظت کا سوال آئیگا۔ سب لوگ یک زبان ہو کر آمادۂ امداد ہو جائیں گے :

روزویلٹ ایک ایسا جمہوری لیڈر ہے جو کسی چیز سے نہیں ڈرتا یہی وجہ ہے کہ اس کی کوششوں سے امریکہ کے اندر آئین جمہوریت کی شیرازہ بندی کی نئی لہر پیدا ہو گئی۔ اور یہی باعث ہے کہ ہر حصّہ عالم کے لوگ اس کو دنیا کی جمہوریت کا قدرتی لیڈر سمجھنے لگے ہیں۔

۱۹۳۴ء کے موسم بہار میں فرینکلن ڈی روزویلٹ نے امریکہ کی ۷۷ ویں کانگریس کے افتتاح کے موقعہ پر ایک تاریخی تقریر کے دوران میں جمہوریت کے وہ نئے اصول واضح کئے تھے۔ جن پر نہ صرف امریکہ بلکہ ساری دنیا کے اندر عمل ہونا چاہیئے۔

اس موقعہ پر اُس نے کہا تھا کہ آفات کے بادل ان تینتیسٹی ٹیوشن

پر گھرے ہوتے ہیں۔ جو باشندگان امریکہ کو نہ صرف فی زمانہ بلکہ ہمیشہ عزیز رہے ہیں۔ اُن میں سے پہلی چیز مذہب ہے۔

مذہب ہی باقی دو چیزوں کا منبع ہے۔ یعنی جمہوریت اور بین الاقوامی نیک دلی کا:

چونکہ مذہب آدمی کو سکھاتا ہے۔ کہ خدا سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ اس لئے آدمی کو بھی اس ذریعہ سے اپنے وقار کا علم ہوتا ہے۔ مذہب ہی آدمی کو سکھاتا ہے۔ کہ وہ اپنے ہمسایوں کی عزت کرتے ہوئے خود اپنی عزت کرے

جمہوریت کے صحیح معنے حکومت خود اختیاری کے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے آزاد آدمی اپنے ساتھیوں کے حقوق اور اُن کی آزادی کی قدر کرنا سیکھتا ہے:

بین الاقوامی نیک دلی جمہوریت کی بہن سمجھی جا سکتی ہے۔ اور اس کی پیدائش اس طریقہ پر ہوتی ہے۔ کہ مہذب قومیں اور مہذب لوگ دوسری قوموں اور دوسرے لوگوں کے حقوق اور آزادیوں کی قدر کریں۔

موجودہ تہذیب کے دور میں مذہب۔ جمہوریت اور بین الاقوامی نیک دلی ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہیں۔ اگر کسی شخص نے آزادی اور مذہب پر حملہ کیا۔ تو سمجھو کہ ایسا آدمی جمہوریت کے اصولوں کے بالکل خلاف چلنے والا ہوگا۔

اگر جمہوریت تہ و بالا ہو جائے۔ تو پرستش کی آزادی کبھی غائب ہو جاتی ہے اور جہاں مذہب اور جمہوریت باقی نہ رہیں۔ تو بین الاقوامی معاملات میں

نیک دلی اور صحیح استدلال مٹ جاتے ہیں۔ اور اس کی بجائے ناجائز خواہشات اور طاقت حیوانی نمودار ہو جاتے ہیں۔

وہ چیز جس کے ذریعہ سے مذہب۔ جمہوریت اور قوموں کی باہمی نیک دلی کو پس افتادہ جگہ دی جائے۔ اس کے اونچے آدرش ہیں کہیں جگہ نہیں پا سکتی ؛

ممالک متحدہ امریکہ ایسی چیز کو خواہ اس کی صورت کچھ ہی کیوں نہ ہو نامنظور کر کے اپنے قدیم عقیدہ پر استوار رہے گا۔

اس ذریعہ سے انسانیت کے بنیادی اصولوں کو پوری طرح واضح کیا گیا تھا۔ اور یہ اس طرح کے بنیادی اصول ہیں۔ جو اس نئے عقیدہ کے سراسر خلاف ہیں۔ جس کا پرچار یورپ میں کیا جا رہا ہے۔ تاہم سچ پوچھئے تو اس کی توضیح ہی کافی نہیں ؛

انسانوں کے معاملات میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے۔ جب انکو نہ صرف اپنے گھر بار بلکہ اپنے مذہب اور انسانیت کے اصولوں کی بھی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اُن کے معبد، اُن کی حکومت اور اُن کی تہذیب کی اس پر ہیں ؛

نئے مذہب۔ جمہوریت اور بین الاقوامی نیک دلی کا تحفظ مشترکہ طور پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان سب کو بچانے کی کوشش کریں۔

ہم سارے جمہوریت پسند اس بات کے لئے آمادگی ظاہر کرتے ہیں کہ عالمگیر امن کو ہمیشہ قائم رکھنے میں مدد دیتے رہیں گے ؛

ہم ابھی اس تاریخی پیش کش پر قائم ہیں کہ دنیا کی تمام دوسری قوموں سے صلاح و مشورہ کر کے اس بیش دستی کا خاتمہ کریں۔ جو دنیا ہی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسباب کا بھی خیال رکھیں۔ کہ اسلحہ سازی کی صنعت کا خاتمہ ہو اور تجارت ترقی حاصل کرے۔

قوموں نے اس تاریخی پیش کش کو بھی منظور نہیں کیا۔ مگر اس کے باوجود سالہا سال تک بہت سے لوگ اس امید کا سہارا لیئے رہے کہ انجام کار آدمی کی باطنی شرافت ہی فتح یاب ہو گی ؛

لیکن انجام یہ ہے کہ آج ہم لوگ سابق کی نسبت زیادہ دانا لیکن زیادہ افسردہ خاطر ہیں۔

اس کے باوجود یہ نئی حکمت نئے سبق سکھا سکتی ہے۔ ایک سبق جو سیکھا گیا یہ ہے کہ اگر تحفظ کی تیاری مستقل اور دائمی ہو تو حملہ کی اغلبیت بہت گھٹ جاتی ہے۔ اب امید ہو گئی ہے کہ جمہوریت اپنی باطنی قوت کو از سرنو پا کر تکلیف کے چیلنج کا مقابلہ کر سکے گی ؛

اگر حکومت کی کوئی دوسری صورت جمہوریت پر حملہ کرنے ہوئے اتحاد سے کام لے سکتی ہے۔ تو متحدہ جمہوریت یقینی اور لازمی طور پر اس حملہ کا مقابلہ کرے گی۔ اس قسم کی جمہوریت ممالک متحدہ امریکہ میں ہی زندہ رہ سکتی ہے اور رہنی چاہیئے۔

ممکن ہے کوئی ایسی قوم جس نے مجموعی طور پر فوجی صورت اختیار کر لی ہو۔ ڈکٹیٹرشپ کے طریقہ کو قبول کرے۔ لیکن کسی جمہوریت کا ایسا نہ

قوم کی متحدہ طاقت اسی وقت مجموعی طور پر صورت اختیار کر سکتی ہے کہ اس کے افراد زمانہ حال کے پیمانہ تہذیب کو جانتے ہوئے اس بات کو سمجھتے ہوں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اور اس کے قدم کس طرف اٹھ رہے ہیں اس کے ساتھ ہی انہیں اسباب کا پختہ یقین ہو کہ وہ مادی ترقی اور انسانی وقار کا اتنا حصّہ حاصل کر رہے ہیں۔ جس کا انہیں حق حاصل ہے۔

ہم نے باشندگان امریکہ کو ان کے تعلقات۔ انحصار باہمی سے واقف کر دیا ہے۔ ہماری اس تاریخ میں اتنی دور رس تیاری کا چھ سال لمبا عرصہ کبھی نہیں گذرا اور یہ سب کچھ اس طریقہ پر ہوا ہے۔ کہ نہ تو کسی ڈکٹیٹر نے اس کے متعلق احکام صادر کئے۔ نہ مزدوروں کو کام کرنے پر مجبور کیا گیا۔ نہ سرمایہ کی ضبطی عمل میں لائی گئی۔ نہ مرکزیت کے کیمپ قائم کئے گئے نہ آزادی تحریر و تقریر میں خلل پیدا کیا گیا۔ نہ باقی حقوق میں دخل اندازی کی گئی۔

ہمارا پیمانہ سماعت تو یہ بتاتا ہے کہ ہم جمہوریت کو اس طریقہ پر کام کرنے کے لائق بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ امن چین ہر طرح قابل اور محفوظ ہوں۔ اور ہمیں ذاتی تحفظ کے بارہ میں کسی قسم کا خطرہ نہ رہے۔

روزویلٹ نے اپنی اس تقریر کے ذریعہ سے ان لوگوں کو بھی شافی جواب دے دیا تھا۔ جنہیں ڈکٹیٹر کے طرز حکومت میں کچھ فائدے نظر آتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں کو جو کامیابی کا اندازہ ان عظیم نتائج سے کیا

کرتے ہیں۔ جو ایسی حکومتیں اپنے ملکوں کے برائے نام اتحاد سے حاصل کرنے کا دعویٰ کیا کرتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ اس حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں کہ کتنا جبر و تشدد۔ کتنی مصیبت اور پابوسی اُن پرشور سرکاری آوازوں کی تہ میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ جو نام نہاد متحدہ قومیت کا اظہار کرتی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ اس قسم کے ملکوں کو اپنی نو حاصل کردہ طاقت کے عوض رُوحانی اور مالی طریقہ پر کتنا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

ڈکٹیٹروں کے طریقہ میں بعض ایسی گرانیاں پوشیدہ ہیں۔ جن کو کہ باشندگان امریکہ کبھی گوارا نہیں کریں گے۔ مثلاً ایسی حالت میں رُوحانی قدر و قیمت سلب ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو اپنی مرضی کے مُطابق کوئی بات کہنے کا حق نہیں رہتا۔ آزادی مٹ جاتی ہے۔ سرمائے ضبط ہو جاتے ہیں لوگوں کو مرکزیت کے کیمپوں میں لے جاکر ڈال دیا جاتا ہے۔ عوام کو سربازار آزادانہ چلنے کی نعمت سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُن کے بچوں کی تربیت اور پرورش انسان زادوں کی طرح نہیں۔ بلکہ کلوں سے بنی ہوئی چیزوں کی مانند ہوتی ہے۔

اگر ان تمام خرابیوں کے انسداد کے بدلے میری آمدنی پر بھاری ٹیکس لگائے جائیں۔ تو میں اُن ٹیکسوں کو بڑی خوشی سے قبول کر لونگا۔ کیونکہ میں سمجھونگا۔ کہ یہ اسباب کی قیمت ہے کہ جس روز میرے بچے ایک آزاد ملک کی آزاد ہوا میں سانس لے سکتے ہیں اور

اُن کا تعلق کسی مُردہ دُنیا سے نہیں۔ بلکہ زندہ اور با حیات عالم کے ساتھ ہے ؛

باشندگانِ امریکہ کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ خطراتِ بیرونی کے مقابلہ میں خطراتِ اندرونی کا اندیشہ بہت کم ہے ؛

اپنی اس تقریر میں پریزیڈنٹ روزویلٹ نے لوگوں کو یقین دلایا کہ اگر باشندگان امریکہ میں خود غرضی کا خاتمہ ہو جائے تو کل بنی نوع انسان اُن کے ملک کو جمہوریت کا محافظ سمجھ کر اس کی عزت کرنے لگیگا۔

رستہ صاف ہے۔ پُرامن ہے۔ فیض بخش اور منصفانہ ہے۔ اگر لوگ اس رستہ پر چلتے جائیں گے۔ تو دُنیا ہمیشہ دادِ تحسین دیگی۔ اور خدا کی اپنی برکتیں نازل ہونی شروع ہو جائیں گی۔

لیکن اِدھر تو موجودہ جمہوریت کے اصُولوں کو نہایت واضح اور صاف طریقہ پر پیش کیا جا رہا تھا اور دوسری جانب یُورپ کے ڈکٹیٹر نئی نئی پیش دستیاں کر رہے تھے۔ عرصہ قلیل میں دو آزاد ممالک یعنی زیچوسلوواکیا اور البانیہ پر فوجی حملے کئے گئے۔ اور ایک کلیت پسند ڈکٹیٹر نے اُن کو جذب کر لیا۔ اُس وقت سے یُورپ میں ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ جس نے یہ بات دیکھی۔ اس نے کہا کہ یہ درندوں کا قانون ہے۔ اس کی بدولت باقی تمام چھوٹے چھوٹے ملک اس خطرہ میں پڑ گئے ہیں۔ کہ اُن پر بھی ایسا ہی جبر و تشدد ہو یا کوئی طاقتور ہمسایہ اُن کو بھی اپنے اندر جذب کر لے ؛

اب حالت یہ ہوگئی ہے۔ کہ اگر کوئی ملک اپنے کسی طاقتور مخالف
ہمسایہ کو اپنے سارے وسائل دے دینا منظور نہ کرے یا اس بات کے
لئے آمادہ نہ ہو۔ کہ اس کے اپنے قومی مفاد کو ایک دوسری طاقت کے مفاد
کے مطیع کردیا جائے تو لازمی طور پر وہ دوسرا ملک جوانی طاقت کی مدد سے
اس پر چڑھائی کرکے اس کو فتح کرلیگا۔

لیکن جب یہ انتہائی حالتیں پیش آنے لگیں۔ تو جمہوریت کے لئے اپنی
آواز اٹھانا لازم ہوگیا۔ محاربہ عظیم کے بعد دنیا کی سیاسی تاریخ میں پہلی مرتبہ
زمانہ موجودہ کی تہذیب کے اونچے آدرش کی طرف سے عقل انسانی سے اپیل
کی گئی۔ اور وہ اپیل ایک ایسے اعلیٰ و ارفع مقام سے ہوئی۔ کہ ساری دنیا
کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جس روز اٹلی نے جو دنیا میں سب سے زیادہ
عیسائیت کی دلدادہ قوم سمجھی جاتی ہے۔ گڈ فرائیڈے کے پاک دن کی بے
حرمتی کرتے ہوئے ایک پُرامن ملک کی بندرگاہوں پر گولہ باری کی۔ اور اس
کی آبادی کو اسلحہ کے زور سے مغلوب کیا۔ اس کے ایک ہفتہ بعد دونو مخالف
ملکوں کے لیڈروں کے نام پریذیڈنٹ روزویلٹ کی طرف سے اس کی اپیل
شائع ہوئی۔ یہ اپیل جو زمانہ موجودہ کے ایک نہایت تاریخی لمحہ میں کی گئی تھی
ہمیشہ اس وجہ سے یاد رہیگی۔ کہ اس کے ذریعہ سے نہ صرف امن اور آشتی بلکہ
بنی نوع انسان کے نہایت قیمتی روحانی خزائن کو بچانے کی کوشش کی گئی۔

"آج دنیا کے ہر حصہ میں کروڑوں بندگان خدا اس بات سے سہمے ہوئے
پڑے ہیں کہ شاید کوئی نئی جنگ یا جنگوں کا نیا سلسلہ قائم ہو جائے۔"

سب کو معلوم ہے کہ اگر کوئی بڑی جنگ شروع ہوئی۔ تو اس کا اثر نہ صرف موجودہ نسلوں بلکہ آنے والی پود کے لئے سخت تباہی بخش ہوگا۔

"دنیا بھر میں جتنی بھی قومیں موجود ہیں۔ خواہ وہ فتح یاب ہوں۔ خواہ مفتوح خواہ غیر جانب دار اُن سب کو تکلیف اور مصیبت جھیلنی پڑے گی"

مجھ کو یہ بات ہرگز تسلیم نہیں۔ کہ دُنیا اس قدر پابندِ تقدیر ہے۔ اس کے برعکس یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اقوام عظیم کے لیڈر اس بات کا اختیار رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی کوششوں سے فرداً فرداً اپنی قوموں کو اس مصیبت سے نجات دیں۔ جو اُن کے سروں پر چھائی ہوئی ہے۔ "اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اقوام مختلفہ اپنے اپنے دل و دماغ میں اس بات کے خواہش مند ہیں۔ کہ اُن کے اندیشوں کا خاتمہ ہو جائے"

مخفی نہ رہے کہ جس وقت ان خیالات کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ یورپ کی تین۔ افریقہ کی ایک اور ایشیا کی ایک قوم کی قسمت پر نوحہ خوانی کی جا رہی تھی۔ کیونکہ یہ سب کی سب اپنی ہمسایہ اقوام کی حرص و آز کا شکار ہو کر ان کی توسیعی کوششوں کا تختۂ مشق ستم بن چکی تھیں۔ اس اثنا میں روزویلٹ کو خبر پہنچ گئی۔ کہ مزید افعال پیش دستی بھی کئے جانے والے ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"صاف ظاہر ہے کہ دُنیا رفتہ رفتہ اس لمحہ کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ جب کہ اس حالت کا خاتمہ کسی سانحہ عظیم پر ہوگا۔ یعنی اس صورت میں کہ معاملات کو راہ راست لانے کا کوئی واجب اور مناسب طریقہ اختیار

نہ اپنایا گیا،،

چنانچہ اس بنا پر اس جمہوریت پسند لیڈر نے کلیت پسند لیڈروں سے التجا کی کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم رہیں ؛

”آپ نے بار بار یہ بات کہی ہے کہ آپ اور باشندگانِ اٹلی و جرمن جنگ کے خواہاں نہیں،،

”اگر یہ صحیح ہے تو پھر جنگ کیوں ہو،،

زمانہ آئندہ کے مورخ یہ بات لکھنے پر مجبور ہونگے۔ کہ موجودہ صدی میں جبکہ معاملات کو غلط صورت میں پیش کرنا۔ مکروفریب عمل میں لانا جھوٹے وعدے کرنا اور اُن وعدوں سے اتنا جلدی پھر جانا کہ ابھی روشنائی بھی خشک نہ ہو جس سے اُن کو لکھا گیا تھا۔ معمولی باتیں ہیں۔ ایک نہایت ہی اچھا موقعہ صاف اور سادہ الفاظ میں حق گوئی کا تھا۔ اس سے پیشتر کبھی یہ بات کھلے طور پر بیان نہیں کی گئی۔ کہ آئندہ جنگ کی ذمہ واری یورپ کے اُن دو شخصوں کے سر پر ہوگی۔ جو اس کو جاری کرنے یا بند کرنے کا اختیار کامل رکھتے تھے کیونکہ اس میں تو شک نہیں کہ لوگ بطور خود خواہان جنگ نہیں تھے۔ اور اگر جنگ چھڑی تو اُن کو اخلاقی طور پر اس کا ذمہ وار بھی نہ سمجھا جائیگا

کوئی بات باشندگانِ عالم کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتی۔ کوئی حکومتی طاقت اس بات کا حق رکھتی یا ضرورت سمجھتی ہے کہ اپنی یا کسی دوسری قوم کے لوگوں پر سوائے اس حالت کے کہ ملکی حفاظت کے لئے ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ جنگ کے ہیبت ناک نتائج نازل کرے،،

لیکن روزویلٹ کے ان الفاظ پر بھی کوئی ڈکٹیٹر اپنے ارادوں کو واضح کرنے پر مجبور نہ ہوتا۔ اگر اس کے اندر ایک ایسا فقرہ موجود نہ ہوتا۔ جس کی بدولت بچاؤ کا کوئی رستہ ہی باقی نہ رہتا تھا۔ چنانچہ امریکہ کے پریذیڈنٹ نے ایک ایسے ثالث کی حیثیت میں جس کا اس مجادلہ سے جو یورپ میں برپا تھا۔ کوئی تعلق براہِ راست نہ تھا۔ دونوں یورپی ڈکٹیٹروں سے اس بات کا اقرار لینا چاہا۔ کہ ان کی حکمت عملی کا مستقبل کیا ہوگا۔ صاف لفظوں میں اس نے کہا:۔ کہ

"عالمگیر امن کو اس صورت میں عظیم ترقی حاصل ہوگی کہ اقوامِ عالم مختلف حکومتوں کی موجودہ و آئندہ حکمت عملی کے بارہ میں صاف بیانات حاصل کر سکیں"۔

اس سلسلہ میں پریذیڈنٹ روزویلٹ نے یہ بھی کہا۔

"کیا آپ اس بات کا یقین دلانے کے لئے آمادہ ہیں کہ آپ کی مسلح فوجیں حسب ذیل آزاد قوموں کے ملکوں یا مقبوضات پر حملہ نہ کریں گی۔ فن لینڈ۔ اسٹونیا۔ لٹویا۔ لیتھونیا۔ سویڈن۔ ناروے۔ ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ برطانیہ کلاں اور آئرلینڈ۔ فرانس۔ پرتگال۔ سپین۔ سوئٹزرلینڈ۔ لکن سٹین۔ لکسمبرگ۔ پولینڈ۔ ہنگری۔ رومانیہ۔ یوگوسلاویا۔ روس۔ بلغاریہ۔ یونان۔ ترکی۔ عراق عرب۔ شام۔ فلسطین۔ مصر اور ایران"۔

اگر اس قسم کا اقرار کم از کم دس سال کے لئے بھی کیا جاتا۔ تو دنیا

کو فوری امن حاصل ہو سکتا۔ اس کے علاوہ مقامی امن کے لئے آشتی کے طریقوں سے کام جاری رکھنے کا موقعہ بھی مل جاتا۔ امریکہ کا بے نشان اگرچہ ایک ایسی قوم کا افسر اعلےٰ ہے جو یورپ سے بہت دور رہتی ہے۔ تاہم اُس نے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے اس بات پر آمادگی ظاہر کی۔ کہ پُر امن اقتصادی حالات بحال کرنے کے لئے جو مباحثات مشرقی کُرہ زمین میں ہو رہے ہیں۔ اُن میں حصّہ لینے کو تیار رہوں۔ ۱۹۱۸ء کی طرح پھر ایک بار امریکہ نے معاملات یورپ میں نمایاں حصّہ لینے پر آمادگی ظاہر کی۔ نشرق اگر کچھ تھا تو یہ کہ اس موقعہ پر جس آدمی نے یہ فرض اپنے ذمّہ لیا۔ وہ ولسن کی طرح کوئی بے بس آدرش پسند نہ تھا۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا۔ جس نے اپنی چھ سالہ حکومت میں ثابت کر کے دکھا دیا تھا کہ نہایت اُلجھے ہوئے سیاسی مسائل کو کس طرح حل کیا کرتے ہیں۔ اور منصفانہ اور دانایانہ طریق حکومت کیا ہے۔ اگر یورپ کے مطلق العنان ملکوں کے رہبر عقل و استدلال کی آواز سننے کے لئے آمادہ ہوتے۔ تو صدر امریکہ کی معتبر جانب دار شخصیت اس بات کی کافی سے زیادہ ضامن سمجھی جا سکتی تھی۔ کہ ہر قسم کے مباحثات امن و انصاف اور مساوات کی فضا میں طے پا سکیں گے۔

لیکن روز ویلٹ نے عالمگیر امن کے لئے زوردار اپیل کر کے پھر ایک بار یہ بات واضح کی۔ کہ کتنی چوڑی اور بھیانک خلیج اقوام عالم کے درمیان حائل ہے۔ جس کی بدولت ایک طرف کے نصف آدمی دوسرے کنارہ

کے نصف آدمیوں کے الفاظ تک کو سمجھنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ جس وقت
یہ سطور لکھی جا رہی ہیں۔ اس وقت تک صدر امریکہ کے الفاظ کا اثر جو
کچھ نظر آتا ہے یہی ہے کہ مسٹر بیون ثانی کی طرف سے اس اپیل کا دیانت
داری کے ساتھ دقتی جواب نہ دیا جائیگا۔ انتہا یہ ہے کہ کمیونسٹ پسند ممالک کے
لوگوں کو پریذیڈنٹ روزویلٹ کے الفاظ تک سے بے خبر رکھا گیا ہے۔ ان ممالک
کے اخبارات اس کوشش میں ہیں کہ اس کے الفاظ کی صداقت کو مٹا دیں۔
وہ تو اس کے نیک ارادوں تک کو بگڑی ہوئی اور غلط صورت میں پیش کر
رہے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک مسٹر تلمکش کے موقلم سے ایک دلچسپ کارٹون
چھپا تھا جس میں دکھایا گیا تھا کہ دونوں ڈکٹیٹر سر سے پاؤں تک ہتھیار باندھے
اس آدمی کی طرف اشارہ کرکے جس کے ہاتھ میں امن کے دونوں نشانات
یعنی کھجور کی شاخ اور امن کی فاختہ موجود ہیں۔ بزور چلا کر کہتے ہیں۔ یہ آدمی
جنگ کرانا چاہتا ہے ؎

جمہوریت اور ڈکٹیٹری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اُن میں خیالات
کی یکسانیت موجود نہیں۔ جلدی یا بدیر یہ ناقابل انکار حقیقت تلخ ثمر پیدا
کرکے رہیگی۔ لیکن مسٹر فرینکلن روزویلٹ کا نام ایک ایسے آدمی کی حیثیت میں
تاریخوں میں درج ہوگا۔ جس نے جمہوریت کو قابل اور مستحسن طریقہ پر دنیا کے
روبرو پیش کیا اور جس نے سارے عالم کو جنگ کے تباہی بخش اثرات سے
بچانے کے لیے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی ؎

امریکہ کے کثیر التعداد باشندے اس بارہ میں اس کے ہم خیال ہیں کہ

انسانوں کو پر امن ترقی کرنی چاہیئے۔ اور ساری دولت منصفانہ طریق پر لوگوں میں تقسیم ہونی چاہیئے۔ غور کر کے دیکھا جائے۔ تو یہ عقیدہ کمزوری نہیں بلکہ طاقت کا نشان ہے۔ یہ پریزیڈنٹ روزویلٹ نے ہان امریکن یونین کی ۴۹ ویں سالگرہ پر تقریر کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا تھا:۔

"ہمارے دلوں میں امن کی خواہش بھی اتنی ہی مضبوط ہے۔ جتنی باہمی تحفظ کی۔ لوگ اس کے اتنے معتقد اور پابند ہیں کہ کبھی کسی زمانہ میں عارضی فتح یا عظمت کے نہیں ہوئے"

"دنیا کے معاملات کی ترتیب قائم کرنے میں ہماری آواز کو یقیناً دخل حاصل رہیگا۔ یہ وہ جاندار پیغام ہے۔ جو نئی دنیا کی طرف سے پرانی دنیا کے نام بھیجا جا سکتا ہے"

"اندھیرے پانی میں یہ اس روشنی کی لکیر کی مانند ہے جس سے امن کا رستہ نظر آتا ہے"

یہ پیغام آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا۔ اس کے اندر جارج واشنگٹن کے الفاظ کا زور ابراہیم لنکن کے الفاظ کی انصاف پسندی اور ووڈرو ولسن کی دانائی شامل ہے۔ یہ اپنے ملک کے بردبار کی شان دار مثال کا ہی نتیجہ ہے کہ امریکہ کے تمام باشندے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک ڈکٹیٹر بن کے قابل نفرت طریقوں کے مخالف پائے جاتے ہیں۔ باشندگان امریکہ کے اندر جمہوریت کی یہ جو نئی سپرٹ پیدا ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان کے داخلی اختلافات رائے ان تعلقات پر جو وہ اپنے ملک

کے صدر کے ساتھ رکھتے ہیں اثر انداز نہیں ہوتے ۔

سارے عالم کو اس بات کے لئے شکر گذار ہونا چاہیئے کہ جمہوریت کا ایک ایسا شان دار حامی سینہ سپر ہے۔ یہ زمانہ انتہا پسندی کا ہے۔ اس کے علاوہ یہ زمانہ نہایت بے رحم اور کئی حالتوں میں انتہا درجے مایوس کن بھی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جس صورت میں فرینکلن روزویلٹ جیسا ذہین آدمی دنیا کی اقوام اعظم میں سے ایک کا سب سے اعلٰے عہدہ دار ہے۔ ہمیں اس زمانہ کو شان دار کہنے میں تامّل نہ کرنا چاہیئے ۔
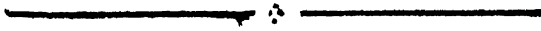
اس آخری باب میں ہمارا ارادہ صرف پریزیڈنٹ روزویلٹ کی اس نئی پالیسی کی تشریح کرنا ہے۔ جسے امریکہ والوں نے "نیوڈیل" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ خود پریزیڈنٹ روزویلٹ کے الفاظ اس کے متعلق قابلِ غور ہیں۔ چنانچہ اُس نے کہا ہے :-

"بعض لوگ ہماری اس پالیسی کو فیسزم کہتے ہیں۔ لیکن یہ فیسزم نہیں ہے۔ کیونکہ اس خیال کا آغاز کسی خاص جماعت یا طبقہ یا فوجی ذہنیت سے نہیں ہوتا۔ بلکہ عوام کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عمل بنیادی جمہوری طریقے میں کسی تبدیلی کے بغیر ظہور میں آرہا ہے۔ ہم نے اپنے قدیم سیاسی انسٹی ٹیوشنوں پر ہمیشہ کی مانند پختہ اعتقاد رکھا ہوا ہے"

بعض لوگ اسے کمیونزم کہتے ہیں۔ لیکن یہ وہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اُس

کی تہ میں اس قسم کی ڈکٹیٹرشپ کام نہیں کرتی۔ جس کی رُو سے ہر قسم کے قوانین
اور عدالتی عمل اشتمالی طبقہ کے زیر اقتدار ہو جاتے ہیں۔ علاوہ بریں اس کا یہ
مقصد بھی نہیں ہے کہ کسی خاص جماعت کو بالکل نابود کر دیا جائے۔ یا کسی
پرائیویٹ پارٹی کو باقی نہ رہنے دیا جائے۔ لوگوں نے اپنی خوشی اور رضامندی
سے ہی اس کا نام 'نیو ڈیل' رکھا ہے۔"

جیسا پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ ان الفاظ کا متکلم فرینکلن ڈی روزویلٹ
ایک قابلِ ذکر موقعہ پر اس کا پریزیڈنٹ بنا تھا۔ اور اس کے بعد نہایت پُر
اہمیت حالات میں پریزیڈنٹ بنا رہا ہے۔

۱۹۳۳ء کے موسم بہار میں امریکہ کے اقتصادی اور یورپ کے سیاسی
حالات نہایت نازک صورت اختیار کر چکے تھے۔ جس وقت جرمنی نے
تباہی اور مصیبت کا اندھیرا ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ ڈکٹیٹر ہٹلر حالات کی مدد
سے برسرِ اقتدار آیا۔ اور اس نے چھ سال کی زوردار جدوجہد کے بعد براعظم
یورپ میں نہایت مضبوط حیثیت پیدا کر لی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جس
روز ریاست ڈیلاویر کے تمام بنک نیز امریکہ کے کئی اور بنک بند ہوئے
اور جابجا دیوالے نکلنے لگے۔ روزویلٹ جو ڈیموکریٹ پارٹی کا نمائندہ
تھا۔ ملک کے بلند ترین عہدہ پر فائز ہوا اور یہ بات اس کے ذمہ لگی۔
کہ وہ زمانہ حال کے تمام مشکل مسائل کو حل کر کے براعظم امریکہ کے لوگوں میں
پُر امن اور آئینی طریقوں پر حفاظت کی فضا پیدا کرے۔

جنگِ عظیم کے بعد یورپ میں انقلابی طریقوں پر سیاسی تجربات کا

آغاز ہوا۔ ان سب میں سے قابل ذکر دو ہیں۔ ایک جرمنی کا طریقہ نیشنل
سوشلزم اور دوسرا اٹلی کا طریقہ فسسزم۔ اور یہ دونوں ملک کے داخلی اور
خارجی معاملات میں ایک ایسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ جو امیرانہ اور اس کے
ساتھ ہی یہودی دشمنی کا اثر لیے ہوئے ہے۔ ان دو تحریکوں کے رہنما قوم کے
طبقہ خاص کے پیمانہ معاشرت کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہے ہیں مگر
ایسا کرتے ہوئے وہ ان لوگوں کی ضروریات کا لحاظ نہیں کرتے۔ جو یا تو ان کے
سیاسی مقاصد کے خلاف ہیں۔ یا جن پر محض اس وجہ سے جبر و تشدد ہو رہا
ہے۔ کہ وہ ایک خاص قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان حامیان کلیت کے رو در رو
مغرب کی جمہوریتیں ہیں۔ جن کی خواہش یہ ہے۔ کہ اپنے سیاسی اقتصادی
اور تمدنی حالات کے عام معیار کو قائم و برقرار رکھا جائے۔ اور اپنے قدیم
انسٹی ٹیوشنوں کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کیا جائے۔

کئی اور مغربی جمہوریتوں کی طرح امریکہ کے ممالک متحدہ نے بھی ۱۹۳۳ء
تک ڈیموکریسی کا یہی مطلب سمجھا تھا کہ اس قسم کا طریق حکومت ہو۔ جس میں
گورنمنٹ ملک کے صنعتی۔ زراعتی اور اقتصادی مسائل میں کم از کم درجہ تک
دخل اندازی کرے۔ امریکہ کے ان کاروباری لوگوں کو جنہوں نے خوشی کا
زمانہ دیکھا تھا۔ پیداوار اور کھپت کی حد بندی میں ایک شیطانی کھیل نظر
آیا۔ انہی خیالات کی وجہ سے اُن لوگوں نے سرکاری امداد کا وہ سلسلہ بھی
ترک کر دیا۔ جو ایسے شخصوں کو دی جاتی تھی۔ جو ملکی کفایت شعاری اور آزاد

تجارت کی بے رحم کل کے نیچے دب کر پس گئے تھے۔ نتیجہ ان سب باتوں کا یہ ہوا۔ کہ سنہ ۱۹۳۰ء تک گورنمنٹ کی طرف سے بیکاروں کے لئے کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی گئی۔ اور چونکہ سرکاری امداد کے طریقہ کی عام مخالفت بڑھ چکی تھی۔ اس لئے بیشمار لوگوں کی حالت میں جو بیکار ہو چکے تھے۔ یہ افسوسناک کیفیت دیکھی گئی۔ کہ ان کے اہل وعیال فاقہ کشی پر مجبور ہوتے۔ اس کے دو سال بعد جب امریکہ اور بھی زیادہ اس ہولناک دلدل میں پھنس چکا تھا۔ گو بعض ملکوں کی طرف سے پرائیویٹ امداد دی جانی شروع ہوئی۔ تاہم ایک کروڑ سے زیادہ بیکاری پر مصیبت اور ادبار کی جو گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایسی باتوں سے رفع نہ ہو سکی۔ پھر سرکاری امداد کا طریقہ رائج کرنا پڑا۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ بیکاروں کو جو امداد دی جاتی تھی۔ اس کا پچانوے فی صدی بوجھ گورنمنٹ کے کندھوں پر پڑتا تھا۔ اور پانچ فی صدی عام لوگوں پر۔ اس سے تھوڑا عرصہ پیشتر پریزیڈنٹ ہوور نے کہا تھا کہ "اب اقبال مندی کا دور آنے والا ہے" اور یہ بات ممالک متحدہ امریکہ کی اس زمانہ کی انقلابی کیفیت کے عین حسب حال ہے کہ جہاں ایک طرف بیکار لوگ حکومت کی امداد کو غدر کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہاں دوسری جانب نیم گرسنہ لیکن پُر امید کارخانہ دار اور سرمایہ دار سرکاری دخل اندازی کو ناپسندیدہ تصور کرتے تھے۔

۱۹۳۳ء کی سردیوں میں امریکن آزادی کا وہ مایہ ناز سنین کہ گورنمنٹ کسی کاروبار میں حصہ نہ لیگی شکست ہو گیا۔ اور ہر ایک تجارت اور پیشہ سے تعلق رکھنے والے امریکن لوگ تھر تھرا اٹھے۔ کھیت گروی رکھے جانے لگے۔

صنعتیں بیکار ہو گئیں اور بنک جا بجا بند ہونے لگے۔ امریکہ میں وہ زمانہ آ گیا جب سماج کے انقلاب کے آثار نظر آنے لگے۔ جس زمانہ میں فرینکلن ڈی روزویلٹ نے اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ تو حالت یہ ہو گئی تھی کہ امریکہ کے گھبرائے ہوئے اور مصیبت زدہ لوگ اپنے مسائل کا حل خواہ وہ کسی صورت میں ہو قبول کرنے کو آمادہ تھے:

اسی زمانہ میں مارچ ۱۹۳۳ء میں دنیا کو ایک نئی قسم کے قائد کو دیکھنے کا موقعہ ملا جس کے اندر یورپی ڈکٹیٹروں کی اصلاحی سپرٹ کے ساتھ ساتھ مغربی ممالک کے خیالات کے مطابق آزادی اور پابندی قانون کی روح بھی شامل تھی۔ اشارہ زبردست ڈیموکریٹ روزویلٹ کی طرف ہے۔

روزویلٹ نے سب سے پہلے یہ بات محسوس کی کہ ایک نظام سیاسی کی حیثیت میں جمہوریت دائیں اور بائیں پہلوؤں سے ہونے والے انتہائی طریقوں کے زبردست حملوں کی تاب مقابلہ نہ لا کر ضرور فنا ہو جائیگی۔ اگر اُسے اپنی طاقت کو محسوس کر کے اس سے کام لینے کا موقعہ نہ ملا۔ وہ بخوبی جانتا تھا۔ کہ پرانی طرز کی لبرلزم جس سے جمہوریت کا آغاز ہوا تھا۔ ختم ہو چکی ہے یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ اقتصادی مشکلات اور معاشرتی کشاکشی کے اس دور میں سہمے ہوئے اور پریشان لوگوں کے دلوں پر انتہا پسندوں کی آوازیں بہت جلد گہرا اثر کر لیں گی۔ اس نے غور سے دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا۔ کہ وہ دیرینہ اصول جن پر میرا اعتقاد ہے۔ تب تک قائم اور محفوظ نہ رہینگے حتیٰ کہ سماج نا انصافیوں کا خاتمہ کر کے آزادی کے تصور کو ایسی صورت

دی جا سکے کہ اس قسم کی ناانصافیاں باقی ہی نہ رہیں۔ اور اس طرح یقیہ یہ جمہوریت کے اصولوں میں نئی جان ڈالی جا سکے۔

آخرکار جب روزویلٹ نے لبرل ازم کو بچانے کی آخری کوشش کرتے ہوئے لبرل حقوق پر کچھ ظاہری پابندیاں عاید کرنے کی جرأت کی۔ تو اس کو بخوبی معلوم تھا کہ اس پر چاروں طرف سے حملے کئے جانے لگیں گے۔ جب ایک مرتبہ ملک کی کساد بازاری دُور ہو گئی۔ تو امریکہ میں ازسرنو امید کا اثر پھیلنے لگیگا۔ اور حالات اس شخص کے خلاف ہو جائیں گے۔ جس نے ملک کو تباہی کی غار سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ ری پبلک خیال کے لوگ نئے ڈیموکریٹ جنگجو کو بدترین قسم کا انقلاب پسند قرار دینے لگیں گے۔ دوسری جانب سوشلسٹ لوگ یعنی اشتراکی اس کو سرمایہ داری کا ستون ظاہر کریں گے علاوہ بریں اس کی اپنی ڈیموکریٹ جماعت میں کئی لوگ ایسے پیدا ہو جائیں گے جو یہ کہنا شروع کر دیں گے۔ کہ وائٹ ہوس میں بدترین قسم کا ڈکٹیٹر جانشین ہو گیا ہے۔ جو لبرل ازم اور جمہوریت کی آڑ میں من مانی کارروائیاں کر رہا ہے

لیکن ان ساری مشکلات کے باوجود فرینکلن ڈی روزویلٹ نے ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے دینا منظور نہ کیا۔ اس نے سوچا دُنیا خواہ کچھ کہے کم از کم میں خود اپنی نظروں میں انقلاب پسند نہیں بلکہ ایک ایسا اصلاح پسند ہوں۔ جیسے کسی ماہر فن رگ زن کی طرح امریکہ کی بگڑی ہوئی صحت کو بنانے کے لئے عمل جراحی کے لئے مجبور ہونا پڑا ہے۔ غور کرکے دیکھا جائے تو کسی انقلاب پسند اور اصلاح پسند میں فرق بھی تو اتنا ہی ہے

کہ اول الذکر نیا سٹیشن تعمیر کرنے کی کوشش میں پرانے سٹیشن کو اڑا کر نئے کی تیاری تک گاڑیوں کی آمد و رفت کو روک دیتا ہے۔ حالانکہ ایک اصلاح پسند تعمیر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بھی گاڑیوں کی آمد و رفت قائم رہنے دیتا ہے۔

اپنی نئی پالیسی کو "نیو ڈیل" کا نام دیتے ہوئے روزویلٹ نے آزادی اور انصاف کی بنیادوں پر کام کر کے ایک اس طرح کی دودھاری تلوار تیار کی۔ جس کے اندر وہ دیرینہ اصول بطور جوہر پوشیدہ تھے۔ جو بانیانِ امریکہ کو اس زمانہ سے عزیز رہے ہیں۔ جب وہ اول مرتبہ امریکہ میں نوآباد کار بن کر گئے تھے۔ اپنے عہدہ کے ابتدائی چند سال میں روزویلٹ کو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن واقعات مابعد نے اس کی دلیرانہ اصلاحات کی ہر دلعزیزی کو کسی قدر گھٹا دیا۔ اور وہ حیرت انگیز کثرت رائے کے ساتھ دوبارہ پریزیڈنٹ منتخب ہوا۔ تاہم کئی ایک حالات نے یہ ثابت کر کے دکھا دیا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی "نیو ڈیل" پالیسی کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے لگی ہے۔

زمانہ آئندہ ہی اسبات کا بہترین ثبوت پیش کر سکے گا۔ کہ آٹھ سال کا یہ عرصہ امریکن جمہوریت کے لئے دورِ جدید کا آغاز ثابت ہوا ہے یا اس کے سلسلہ میں جو کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔ وہ ایک ایسے تجربہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو امریکہ میں جمہوریت کو بچانے کے لئے بعد از وقت اور بعد از دور اندیشی کے پیرایہ میں کیا گیا۔ مگر ہاں ایک بات یقینی ہے۔

روز ویلٹ کا نام آسانی سے فراموش نہ کیا جائیگا۔ اور آنے والی نسلیں اس کے حالات زندگی کو دیکھتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہونگی - کہ آدمی اپنے حوصلہ اور استقلال کے ذریعہ سے کیونکر ہر قسم کی مشکلات پر غالب آکر حیرت انگیز کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے پریزیڈنٹ روز ویلٹ کے حالات زندگی نہ صرف مدتوں یادگار رہیں گے۔ بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے یاس و اضطراب کی تاریکی میں مشعلِ راہ کا کام دیں گے ؛

یہ وُہ افسانے ہیں۔ جو منشی پریم چند نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں لکھے تھے۔ ان کی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں حسبِ ذیل امور کو مدِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

(۱)۔ مختصر افسانہ ادب کی سب سے زیادہ مؤثر اور دلچسپ صنعت ہے جس میں قلم کا مقصود کم سے کم خطوط میں زندگی کی جیتی جاگتی۔ چلتی پھرتی تصویر کھینچنا ہے +

(۲)۔ ہندوستان کے ادیبوں میں مختصر افسانہ پریم چند کا حصہ ہے۔ وُہ متفقہ طور پر اس قلمرو کے بادشاہ تسلیم کئے جا چکے ہیں +

(۳)۔ پریم چند نے ترقی پذیر طبیعت پائی تھی۔ وُہ اپنے فن میں یکے بعد دیگرے مدارج کمال کو طے کر رہے تھے۔ ان کا ہر نقش ثانی نقش اول سے بہتر ہوتا تھا +

(۴)۔ آخری تحفہ پریم چند کے افسانوں کا نقش آخر ہے۔ یہ اس زمانہ کی تصنیف ہے۔ جب اُن کا ذہن زندگی کے نشیب و فراز سے آشنا ہو کر گرم و سرد کا مزا چکھ کر پختہ کار ہو چکا تھا ان کا اسلوب بیان منجھتے منجھتے صاف سادہ سلیس اور ہموار ہو گیا تھا۔ اسلئے ان کی ادبی کوششوں کا ماحصل ان کے فنی کمالات کا نچوڑ بھی ۲۵۰ صفحے کی کتاب ہے۔ جسے "آخری تحفہ" کہتے ہیں۔ آخری تحفہ اتنا مقبول ہوا ہے۔ کہ پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا اور دوسرا ایڈیشن قریب ہے کہ ختم ہو جائے +

(منشی صاحب کی دیگر کتب)

واردات۔ زادِ راہ۔ گئودان۔ میدانِ عمل۔ فردوسِ خیال افسانے۔ پردہ مجاز

[illegible]

ملنے کا پتہ۔ نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

تین
رنگین
کتابیں

گمنام مسافر- حیرت انگیز ناول دی سائن آف سٹرینجر کا پُر لطف ترجمہ ۸/ عہ

شاہی خزانہ- بینظیر ناول دی ہالو نیڈل کا ترجمہ .... عہ/

کارنامہ جات آرسین لوپن- بینظیر ناول اکسپلائٹس آف آرسین لوپن .... عہ/

ڈاکٹر نکولا- مشہور ناول بے بدفارچون کا دلکش ترجمہ ...... ۸/ عہ

تلاش اکسیر- مشہور ناول ڈاکٹر نکولا کا ترجمہ ...... عہ/

سنہری بچھو- سیکس رو ہمر کے زبردست ناول گولڈن سکارپین کا اردو ترجمہ .... ۸/ عہ

آتشی کتا- دی ہاؤنڈ آف باسکرویلیز کا ترجمہ ۸/ ۱ر

قاتل ہار- پُر اسرار ناول ...

دی ڈائمنڈس کا ترجمہ ... عہ/

آزادی- حیرت انگیز ناول دی لاسٹ ایڈیٹر کا ترجمہ .... عہ/

مقدس جوتا- دی کوسٹ آف سیکرڈ سلیپر کا ترجمہ .... عہ/

تبدیل قیمت- دی مین فرام دی ونگ ... کا دلکش ترجمہ عہ/

مہر خاموشی- ہوشربا ناول دی سائن آف سائیلنس کا پُر لطف ترجمہ عہ/

مصری جادوگر- پُر اسرار ناول فاروس دی ایجپشن کا ترجمہ ۸/ عہ

لعل شب چراغ- دلکش ناول مائی سٹرینجسٹ کیس کا دلکش ناول عہ/

سراب زندگی- زبردست ناول ماسٹر آف دی ورلڈ کا دلکش ترجمہ ۸/ عہ

گردش آفاق- رینالڈ ہیجوزف ولسٹ کا ترجمہ ... ۱۲/

کا پتہ

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

مہاتما گاندھی کی نادر زمانہ تصانیف

جو کہ آپ نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر لکھی ہیں۔ جنکا مطالعہ اُردو دان اصحاب کیلئے بُہت مفید ہے۔

(۱) گرہست جیون } یہ نہایت ہی مفید کتاب مہاتما

گاندھی جی کے خیالات کا آئینہ ہے۔ جو کہ مہاتما جی نے بڑے غور و خوض اور مطالعہ کے بعد پبلک پر ظاہر کئے ہیں۔ اور جنکا مطالعہ ہر پڑھے لکھے مرد عورت کیلئے فی زمانہ جبکہ دنیا کا رجحان عیش و عشرت کی طرف بُہت ہوتا جا رہا ہے۔ بہت ضروری اور مفید ثابت ہوگا۔ آجکل ملک میں کام شاستر کے متعلق بہت سی نئی کتب شائع ہو رہی ہیں۔ جن کو عوام بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ یعنی غیر قدرتی طریقوں پر عمل کرنے سے اپنی صحت تک کھو بیٹھتے ہیں۔ لیکن اس کتاب کا مطالعہ آپ کو سچے رہنما کا کام دیگا اور اس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ زن و شوہر کے تعلقات اصلی معنوں میں کیا ہیں۔ اور ان پکار بند ہوتے ہوئے اصلی خوشی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے اور انسان غیر ضروری عیش و عشرت اور بدچلنی سے بچتا ہوا کیسے سُکھ اور شانتی کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ قیمت ... ۲/۱ر

(۲) خوراک صحت } اس کتاب میں ہمیں کیسی خوراک

کھانی چاہیئے۔ قدرتی ورزش بر ہمچریہ نفسانی جذبات۔ صحت اور پوشاک۔ مرض اور اسکا علاج۔ علاج بذریعہ پانی۔ مٹی کے بذریعہ علاج۔ بخار اور اسکا علاج وغیرہ وغیرہ مضامین پر مہاتما جی نے اپنے تجربات کی بنا پر روشنی ڈالی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی صحت برقرار رہے۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ کو کونسی خوراک

مہاتما گاندھی کی نادر زمانہ تین تصانیف

جو کہ آپ نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر لکھی ہیں۔ جنکا مطالعہ اُردو دان اصحاب کیلئے بہت مفید ہے۔

(۱) گرہست جیون } یہ نہایت ہی مفید کتاب مہاتما
گاندھی جی کے خیالات کا آئینہ ہے۔ جو کہ مہاتما جی
نے بڑے غور و خوض اور مطالعہ کے بعد پبلک
پر ظاہر کئے ہیں۔ اور جنکا مطالعہ ہر پڑھے
لکھے مرد و عورت کیلئے فی زمانہ جبکہ دنیا کا رجحان
عیش و عشرت کی طرف بہت ہوتا جا رہا ہے۔
بہت ضروری اور مفید ثابت ہوگا۔ آجکل ملک
میں کام شاستر کے متعلق بہت سی نئی کتب
شائع ہو رہی ہیں۔ جن کو عوام بڑے شوق
سے پڑھتے ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے کی
کوشش کرتے ہوئے بجائے فائدہ کے
نقصان اٹھاتے ہیں۔ یعنی غیر قدرتی
طریقوں پر عمل کرنے سے اپنی صحت
تک کھو بیٹھتے ہیں۔ لیکن اس کتاب
کا مطالعہ آپ کو سچے رہنما کا کام دیگا
اور اس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔
کہ زن و شوہر کے تعلقات اصلی
معنوں میں کیا ہیں۔ اور ان پر کاربند ہوتے
ہوئے اصلی خوشی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔
اور انسان غیر ضروری عیش و عشرت اور
بد چلنی سے بچتا ہوا کیسے سُکھ اور شانتی کی زندگی
بسر کر سکتا ہے۔ قیمت ۔۔۔۔ ۱۲ار

(۲) خوراکِ صحت } اس کتاب میں ہمیں کیسی خوراک
کھانی چاہیئے۔ قدرتی ورزش برہمچریہ
نفسانی جذبات۔ صحت اور پوشاک۔
مرض اور اسکا علاج۔ علاج بذریعہ
پانی۔ مٹی کے بذریعہ علاج۔ بخار اور
اسکا علاج وغیرہ وغیرہ مضامین پر مہاتما
جی نے اپنے تجربات کی بنا پر روشنی
ڈالی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آپکی
صحت برقرار رہے۔ اگر آپ یہ معلوم
کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ کو کونسی خوراک

کھانی چاہیئے۔ خوراک کا جسم اور روح پر کیا اثر ہوتا ہے۔ تو آپ کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بہت سی بیماریوں سے نجات دلائیگا۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنے سے آپ کا گھر سورگ دھام بن سکتا ہے۔ قیمت ۱۲ر

۳۔ برہمچریہ } یہ کتاب مہاتما گاندھی کی ۲۰ سالہ

تجربات کا نچوڑ ہے۔ جو اردو دان صحاب کے لئے براہِ راست انگریزی سے ترجمہ کرکے چھپوائی گئی ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے۔ کہ برہمچریہ کیا ہے۔ برہمچریہ کی عظمت۔ برہمچریہ کی پابندی کرنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ برہمچریہ کے سادھن۔ برہمچریہ کے اصلی معنے۔ برہمچریہ کی محدود صورت۔ برہمچریہ کے احساس وغیرہ وغیرہ۔ اہم مضامین پر بڑی وضاحت کیساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ مہاتماجی کے ان پریمیوں کے لئے جو اسقدر ضروری اور اہم مضامین پر مہاتماجی کے خیالات سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہت ہی مفید کتاب ہے نوجوانوں کو خاصکر اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اسکا مطالعہ ان کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱

نوٹ:۔ تینوں کتب اکٹھی صرف ۱۲ میں خرید فرماویں۔

دیگر کتب مصنفہ مہاتما گاندھی

قوم کی آواز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	عہ
سوراجیہ کیسے مِل سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۸ر
مہاتما گاندھی کی بنسری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۸ر
اہنسا کی راہ پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۲ر
گیتا بودھ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۶ر
اردگیہ وگ درشن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۸ر
تلاش حق خود نوشت سوانحعمری	سے

ملنے کا پتہ

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

سراج الدولہ

یہ ناول بنگال کے مشہور ناول نویس بابو بنکم چندر لاہری کے ایک مشہور بنگالی بنگلہ ناول شیش نواب کا پرلطف ترجمہ ہے۔ جس میں بنگال کے آخری نواب سراج الدولہ کی زندگی کے تمام حالات ناول کے پیرایہ میں درج کئے گئے ہیں۔ سراج الدولہ انگریزوں کا کیوں دشمن تھا۔ انگریزوں کا بنگال سے نکالا جانا۔ کلکتہ پر دوبارہ قبضہ کرنا۔ بلیک ہول کا واقعہ۔ پلاسی کی جنگ اور دیگر اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ناول بڑا دلکش اور بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔ قیمت ۸/

جھانسی کی رانی

ہندوستان کی جان آف آرک مہارانی لکشمی بائی کے صحیح حالات زندگی جس نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں دست دشمن سے مساوی خراج تحسین حاصل کیا۔ مرہٹی زبان سے بڑی تحقیق کے بعد حاصل کر کے اردو زبان کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اس کتاب میں دکھایا ہے۔ کہ کس طرح حالات نے اسکو مجبور کیا۔ اور کس طرح اس نے مردانہ لباس سے بھی دیوتا سے لڑتے ہوئے راجپوتی آن کو قائم رکھا۔ اپنے ڈھنگ کی اردو زبان میں واحد اور پہلی کتاب قیمت صرف . . . . عہ/

ملنے کا پتہ :- نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

زمانہ حال کی بہترین تصنیف نہایت دلچسپ تاریخی ناول

کابل کی دوشیزہ المعروف انقلاب افغانستان دو جلدوں میں مکمل

بیقصہ مشہور افسانہ نویس مولانا محمد صادق حسین صادق صدیقی سردھنوی کا بہترین اور بیحد دلچسپ شاہکار۔ انقلاب افغانستان کی سنسنی خیز ہیبتناک مکمل تاریخ حیرت انگیز اور بیحد دلچسپ قصہ حسن و عشق کی دل میں چٹکیاں لینے والی۔ پاکبازانہ اور دلآویز داستان۔ مولانا موصوف کا طرز بیان۔ واقعات کی ترتیب دلچسپی اور زبان کی شگفتگی قابل تعریف ہے +

ناول کابل کی دوشیزہ میں کیا ہے؟

افغانیوں کی تہذیب و تمدن و معاشرت۔ انقلاب افغانستان کے اسباب سازشوں کا جال۔ سازشیوں کی چالیں پیروں اور ملاؤں کا زور۔ بچہ سقہ کے دل ہلا دینے والے مظالم۔ افغانستان میں بدامنی۔ افغانیوں کی بیکسی و بے بسی باغیوں کی چیرہ دستیاں۔ جلال آباد قندھار و قابل کی تاراجی۔ شرافت و صداقت کی فتح +

افغانستان کے پانچ بادشاہ

غازی امان اللہ خاں کی زندگی کا نشیب و فراز۔ ملکہ ثریا سے محبت۔ ملکہ کا ایثار و استقلال۔ اسکی سرشارانہ الفت کا تاثر غازی کے لیے تخت و تاج ہو کر غریب الوطنی کا دردناک نظارہ +

شاہ عنایت اللہ خاں کی دو روزہ حکومت اور تخت و تاج سے

دست برداری کے واقعات اور اسباب +

علی احمد جان کی غداری اور ہوس ملک گیری کا حسرت ناک انجام

بچہ سقہ کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات۔ چوری۔ ڈکیتی۔ ملازمت بغاوت بادشاہت شکست۔ فراری۔ گرفتاری۔ اور اس کا عبرت ناک انجام +

غازی نادر خاں کا عزم و ارادہ اور اس کے نتائج بچہ سقہ سے مقابلہ دلیرانہ و العزمی۔ فتحیابی۔ تخت نشینی۔ افغانستان کا درخشندہ دور جدید۔

ایک بے نظیر حسینہ

کی عدیم المثال جرأت و شجاعت حسن و عشق کے دل گداز مسرت خیز اور نہایت دلچسپ واقعات نہایت بلند پایہ اور بیحد دلچسپ ناول ہے جس کی خوبیاں اسکے مطالعہ پر منحصر ہیں۔ ناممکن ہے۔ کہ اسکا ایک باب پڑھ کر بغیر تمام ناول ختم کئے چین آ جائے۔ ایسا ناول آج تک نظروں سے نہ گذرا ہوگا۔ اسکا مطالعہ کرنے والا یہ سمجھتا ہے۔ کہ تمام واقعات اسکی نظروں کے سامنے ہو رہے ہیں۔ سینما اور تھیٹروں میں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا۔ جو اسکے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب کاغذ عمدہ۔ ٹائیٹل پر دلفریب اور جاذب نظر تصویر۔ ضخامت ۴۰۰ صفحات ناد جود ان تمام خوبیوں کے دونوں حصوں کی قیمت تین روپے دستے / ہے۔ جلد طلب کر کے ملاحظہ فرمائیے۔ ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا +

مستقل خریداروں کیلئے خاص رعائتیں

(۱) آٹھ آنہ ارسال کرنے پر ہر شخص ہمارے کتب خانہ کا مستقل خریدار بن سکتا ہے۔ ناول ڈیپارٹمنٹ کے مستقل خریداروں کو دو غلہ پتلا ناول سے کتاب کا رائل ایڈیشن ارسال کیا جا رہا ہے۔ جسکا کاغذ بڑھیا اور کتب مجلد سنہری ہوتی ہے۔

(۲) ہمارے ہاں سے ہر سال تقریباً ۱۲ کتب شائع کیجاتی ہیں۔ جن کی مجموعی قیمت ۲۰ روپے سے ۵۰ روپے تک ہوتی ہے۔

(۳) ہر کتاب شائع ہونے سے پہلے مستقل خریداروں کو اطلاع دے دیجاتی ہے۔ انکی خاموشی رضامندی سمجھی جاتی ہے۔ اگر کتاب درکار نہ ہو تو تحریر کر دینا چاہیئے۔ تاکہ ارسال نہ کی جائے۔ وی پی بھیجے جانے کے بعد وصول نہ کرنا مستقل خریداری منسوخ کر دینے کے مترادف ہے۔

(۴) دوبارہ درخواست آنے پر بصورت کسی خاص وجہ کے دوبارہ مستقل خریدار بنا لیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ پہلا محصولڈاک ادا کر دیا جائے۔

(۵) اسوقت تک تقریباً دوسو اور دو اور پچاس کے قریب ہندی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ جو مستقل خریداروں کو پونی قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں۔ محصولڈاک بذمہ خریدار (ماسوائے سلسلہ ناول بشرطیکہ نام فیروز پوری جسمیں ڈاک خرچ بذمہ کتب خانہ ہوگا۔

(۶) ہمارے ہاں سے لمبے چوڑے اور نام نہاد رعایتی اعلان اخبارات میں شائع نہیں کئے جاتے بلکہ خریداروں کو ٹھوس اور مفید لٹریچر کم سے کم قیمت پر مہیا کرنیکی کوشش کیجاتی ہے۔

(۷) ہر مستقل خریدار کو کم از کم تین روپیہ کی سالانہ کتب ضرور خریدنی چاہئیں +

(۸) لٹریچر کے متعلق مستقل خریداروں کی رائے کو بھی وقعت دیجاتی ہے +

(۹) سکونت کی تبدیلی پر اطلاع دینا ہر حالت میں ضروری ہے۔ جواب طلب امور کیلئے ٹکٹ ارسال کریں۔ مینیجر

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور